محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ مجلس مشاورت منعقدہ ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ اپریل ۹۵ء مسجد بیت الرحمٰن کی صدارت فرمارہے ہیں

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by the **Ahmadiyya Movement in Islam,** Inc.
15000 Good Hope Road • Silver Spring, MD 20905 • Tel: (301) 879-0110
Printed and distributed by the Malook Enterprises, Inc., Michigan

BULK RATE
U.S. POSTAGE
PAID
FLINT, MI
PERMIT NO. 88

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. Box 681
GRAND BLANC, MI 48439

Address Correction Requested

محترم سیّد جوّاد علی شاہ صاحب مرحوم - از وکالت تبشیر ربوہ

بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ

اکتوبر ۱۹۶۶ء میں مسجد فضل واشنگٹن کے باہر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے ہمراہ محترم سید جواد علی شاہ صاحب مرحوم کا ایک یادگار لمحہ

محترم سید جواد علی شاہ صاحب سید سمیع اللہ شاہ صاحب اور محترمہ سیدہ آمنہ بیگم صاحبہ کے صاحبزادے تھے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو جڑانوالہ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک ننکانہ صاحب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کیا۔

بچپن میں ایک دفعہ بیمار ہوئے تو آپ کی والدہ نے دل میں عہد کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے تو ان کی زندگی وقف کر دیں گی۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ سے اس کا ذکر تو نہ کیا البتہ اس عہد کو پورا کرنے کے لئے دعا کرتی رہتی تھیں۔ ۱۹۴۴ء میں دوران تعلیم محترم سید جواد علی صاحب حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کی خدمت میں ڈلہوزی حاضر ہوئے اور حضرت صاحب سے ملاقات کے بعد ۱۸ مئی کو اپنی زندگی سلسلہ کی خدمات کے لئے وقف کر دی۔ اور اسی طرح اپنی والدہ کے خدا سے کئے عہد کو پورا کرنے کی سعادت پائی۔

محترم سید جواد علی شاہ صاحب نے اپنی خدماتِ سلسلہ کا باقاعدہ آغاز ۲۵ جنوری ۱۹۵۴ء سے کیا۔ بیرون ملک آپ کی سب سے پہلی تقرری امریکہ کے لئے ہوئی۔ آپ ۱۱۔ نومبر ۱۹۵۴ء کو امریکہ تشریف لے گئے۔ اور ۲۷ دسمبر کو واشنگٹن مشن میں فرائض کی سر انجام دہی شروع کی۔ تین سال بعد آپ کی اہلیہ صاحبہ اور بیٹی ۵ نومبر ۱۹۵۷ء کو آپ کے پاس امریکہ پہنچیں۔ آپ کی اہلیہ وہاں پہنچ کر بیمار ہو گئیں اور ۱۴ مارچ ۱۹۵۸ء کو بقضاء الٰہی پٹس برگ کے ایک ہسپتال میں وفات پا گئیں۔ اور پٹس برگ کے مقامی قبرستان میں ہی ان کی تدفین ہوئی۔

اہلیہ کی وفات کا صدمہ محترم سید جواد علی شاہ صاحب نے غریب الوطنی میں نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ پٹس برگ میں مقیم امریکن احمدی محترم برادر عبدالعزیز صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ حمیدہ عزیز صاحبہ نے محترم شاہ صاحب کی کمسن بچی کی اپنے بچوں کی طرح پرورش و نگہداشت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاء عطا فرمائے۔

امریکہ میں چھ سال خدمات بجالانے کے بعد آپ ۲۷ جولائی ۱۹۶۰ء کو واپس پاکستان آئے۔ اور پھر دوبارہ ۲ جنوری ۱۹۶۳ء کو آپ امریکہ پہنچے۔ اس مرتبہ بھی آپ کا قیام واشنگٹن ہی میں رہا۔ آپ نے نہایت محنت اور اخلاص کے ساتھ امریکہ میں جماعتی تعلیم و تربیت کے فرائض سرانجام دیئے۔ بالآخر ۱۴ مارچ ۱۹۷۱ء کو آپ امریکہ سے واپس پاکستان آ گئے۔ کچھ عرصہ مرکز سلسلہ میں مختلف خدمات بجالاتے رہے۔ بعد ازاں آپ کا تقرر ڈنمارک کے لئے ہوا۔ جہاں آپ کو ۱۸ مارچ ۱۹۷۳ء سے ۹ نومبر ۱۹۷۴ء تک سلسلہ کی خدمات کی توفیق ملی۔ واپس پاکستان آکر آپ کو ایک لمبا عرصہ وکالت تبشیر میں مختلف امور سر انجام دینے کا موقعہ ملا۔ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو آپ ریٹائر ہوئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ۳۰ جون ۱۹۹۲ء تک وکالت تبشیر سے وابستہ رہ کر خدمات کی توفیق پائی۔

وکالت تبشیر میں خدمات کے دوران مکرم سید جواد علی شاہ صاحب نے نہایت محنت لگن اور اخلاص کے ساتھ اپنے مفوّضہ فرائض کی انجام دہی فرمائی۔ باوجود صحت کی خرابی کے کُل وقت دفتر میں حاضر رہتے۔ اور جو کام بھی آپ کے سپرد ہوتا خواہ وہ معمولی نوعیت کا ہو اسے بہت سنجیدگی سے لیتے تھے۔ اور خوش اسلوبی سے اسے نبھاتے تھے۔

آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے اخلاقِ حسنہ سے متصف تھے۔ آپ کی طبیعت میں حلم نرمی اور شگفتہ مزاجی بہت تھی۔ نہ کبھی تلخ رویہ اپناتے اور نہ کبھی بے جا غصہ یا ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔ امامِ وقت کی اطاعت کو ہمیشہ حرز جاں بنا کر رکھا۔ حضرت امامِ جماعت احمدیہ الرابع نے آپ کی وفات کے روز ۱۶/ اگست کی شام "ملاقات" کے پروگرام میں آپ کا ذکر ان کلمات کے ساتھ فرمایا۔

"وہ میرے کلاس فیلو تھے۔ بہت فدائی آدمی تھے۔ سید سمیع اللہ شاہ صاحب کے صاحبزادے تھے۔ سید عبدالسلام صاحب اور سید سمیع اللہ شاہ صاحب حضرت سید حامد علی شاہ صاحب کے خاندان میں سے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت (بانی سلسلہ .... ناقل) سے بہت وفا کی ہے۔.......... مکرم سید جواد علی شاہ صاحب باپ کی طرح نرم مزاج، میٹھے اور تحمل و بردباری سے کام کرنے والے تھے۔ انہوں نے بغیر دکھاوے کے بڑی ٹھوس خدمت کی ہے۔"

آپ کی دوسری اہلیہ سے دو بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے مکرم سید حماد علی شاہ صاحب واشنگٹن میں ہی قیام رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہی یہ نایاب تصاویر اور روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع ہونے والا مضمون مہیا کیا ہے اللہ تعالیٰ شاہ صاحب مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ اور ان کے اہل و عیال کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

محترم سیّد جواد علی شاہ صاحب مرحوم نیویارک کے ایک ہوٹل میں وزیر اعظم مارشس کو سلسلہ کی کتب پیش کر رہے ہیں

قرآن مجید

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

کہو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت حاصل ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے پس اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نبی بھی ہے اور اُمّی بھی ہے اور جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر اور اس کی اتباع کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

حدیث

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَئَلَ رَجُلٌ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ شَيْئًا قَالَتْ نَعَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ۔

(مسند احمد ص۱۶۷ - ص۱۲۱)

ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کوئی کام کاج کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں حضورؐ اپنی جوتی خود مرمت کر لیتے تھے، اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کیا کرتے تھے جس طرح تم سب اپنے اپنے گھروں میں کام کرتے ہو۔

تشریح

کیا ہی بہترین اسوہ ہے کہ وہ انسان جو شہنشاہ دو عالم ہے اپنی جوتی خود ہی مرمت کر لیتا ہے۔ اور اپنے پھٹے ہوئے کپڑے کو پیوند لگا لیتا ہے اپنے گھر کی صفائی بھی کر لیتا ہے۔

ہمیں اپنے کردار پر خوب غور کرنا چاہئیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ و سلم کا یہ بھی ایک طریق تھا کہ آپ ان چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی کسی کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ اور آپ کی ساری ہی بیویاں آپ سے انتہائی خوش اور راضی تھیں۔ ہم میں سے وہ جو اپنی بیویوں کو حقیر اور کم تر سمجھ کر انہیں اپنا ہر کام کرنے پر مجبور کرتے ہیں اس حدیث میں ان کے لئے عظیم سبق ہے۔

ایڈیٹر: ظفر احمد سرور
نائبین: سید عدم احمد فرخ
میاں محمد اسماعیل وسیم
عبدالشکور احمد

جولائی ۱۹۹۵
وفا ۱۳۷۴ ھش

خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو

آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سیکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو ۔ اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ ۔ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں ۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں ترقی کرو ترقی کرو ۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں ۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے ۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے ۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے ۔ اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے ۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ قدا فلح من زکھا ۔ یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا ۔

(رسالہ جہاد صفحہ 14)

خطبہ جمعہ

دنیا کی چالاکیوں سے عاری شخص جو متقی ہو اس کے کام میں ہمیشہ زیادہ برکت ہوتی ہے بہ نسبت ایک تقویٰ سے عاری چالاک شخص کے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲۸ اپریل ۱۹۹۵ء مطابق ۲۸ شہادت ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

آج تین ملکوں میں ملکی سطح پر کچھ جلسے اور اجتماعات ہو رہے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ ان کے ذکر سے اس خطبے کا آغاز ہو۔ سب سے پہلے تو سری لنکا کی جماعت کی طرف سے درخواست ہے کہ تیس اپریل کو ان کا سالانہ جلسہ منعقد ہوگا۔ اسی طرح تمام سری لنکا کی لجنہ اماء اللہ کا اجتماع بھی انتیس تاریخ کو شروع ہو رہا ہے تو ان دونوں کی کامیابی کے لئے احباب جماعت سے وہ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ سری لنکا کی جماعت کو اگرچہ چھوٹی ہے اور باہمت ہے مگر بار بار بعض دشمنوں کی طرف سے مشکلات پیش آتی ہیں اور حال ہی میں وہاں ایک مرکز پر حملہ کیا گیا، اس کو جلایا گیا، وہاں بعض احمدیوں کو زدوکوب کیا گیا۔ تو اس لحاظ سے بھی دعا کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہمت عطا فرمائے اور جن نیک کاموں کو بڑے عزم کے ساتھ انہوں نے جاری کیا ہے، استقلال کے ساتھ اس پر ان کو ثبات قدم بخشے۔

اب جماعت احمدیہ جرمنی کی طرف سے بھی درخواست ملی ہے کہ آج اٹھائیس اپریل کو ان کی مجلس شوریٰ منعقد ہو رہی ہے۔ اب جو مجلس شوریٰ کا نظام ہے یہ خدا کے فضل سے کافی پھیل گیا ہے اور مستحکم ہو گیا ہے۔ ابتداء میں ان جگہوں میں غلطیاں بھی ہوتی تھیں اور ایسی جگہ مثلاً جرمنی ہے جہاں کثرت سے پاکستان سے مختلف علاقوں سے بھی احمدی آ کے آباد ہوئے ہوئے ہیں، خیال یہ تھا کہ ان کو شوریٰ کا تجربہ ہوگا اس لئے وہ وہاں غلطیاں نہیں کریں گے۔ مگر الحمد للہ کہ وقت پر یہ بات سامنے آگئی کہ اکثر وہ لوگ شوریٰ میں شامل ہوئے جن کو پاکستان میں بھی شوریٰ میں کبھی جانے کا اتفاق ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے محض یہ ظن کہ پاکستان سے آئے ہیں وہ اپنے جرمن بھائیوں کی بھی تربیت کریں گے یہ سچا ثابت نہ ہوا، سابقہ بات میں کر رہا ہوں۔ اور ان کے مقابل پر جو جرمن احمدی تھے انہوں نے بہت بہتر نمونے دکھائے۔ اس لئے کچھ مجھے بعض دفعہ ناراض بھی ہونا پڑا۔ بعضوں کو بعض عہدوں سے فارغ کرنا پڑا، اور اب میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے ان کی مجلس شوریٰ کا نظام بلوغت کو پہنچ گیا ہے اس میں پختگی پیدا ہو گئی ہے، مشورے نیک اور تقویٰ کے مطابق دیتے ہیں، کوئی یہ احساس نہیں کہ فلاں میرے دوست نے یہ بات کی ہے اس لئے اس کی تائید کی جائے اور یہی وہ تقویٰ ہے جو دراصل جماعت کی زندگی کا ضامن ہے، جماعت کی روح اس تقویٰ میں ہے۔

اگر شوریٰ کے نظام کو ہم بڑی احتیاط کے ساتھ جاری کر دیں، اس میں جتنے بھی تقویٰ سے ہٹے ہوئے رجحانات داخل ہونے کا امکان ہے ان رجحانات کے رستے بند کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت بہت تیزی سے ترقی کرے گی اور جب میں کہتا ہوں کہ رجحانات ہیں تو یہ رجحانات ہر انسان کی ذات میں دبے ہوئے ہیں اور جب تک انسان کی ذات متقی نہ ہو اس وقت تک وہ مجلس شوریٰ میں جا کر ایسا انسان اس کے اندر تقویٰ کے معیار کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ جہاں بھی اختلاف رائے ہو، جہاں اس بات کا امکان ہو کہ کسی شخص کے سپرد کوئی ذمہ داری کی جائے گی، جہاں مختلف مالی امور کے خرچ کے مسائل بھی ہوں وہاں انسان کے ساتھ جو بشری تقاضے لگے ہوئے ہیں وہ ضرور کوئی نہ کوئی رخنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے احتیاط کی ضرورت ہے ہر انسان کو اپنا نگران خود ہونا پڑے گا۔ مگر جہاں تک نظام جماعت کے نگران ہونے کا تعلق ہے خدا کے فضل سے وہ تقاضے ہم بہت حد تک پورے کر چکے ہیں اور پورے کرتے رہیں گے۔ جو میں نے پہلی بات کہی تھی کہ اب بلوغت کو پہنچ گیا ہے نظام، یہ اس پہلو سے کہی تھی۔

آج ہی چونکہ ایک اور ملک کی بھی مجلس شوریٰ ہو رہی ہے، آئیوری کوسٹ کی۔ ان کی جماعت کا جلسہ ہے اور غالباً اس کے بعد انتخابات بھی اسی سال ہونگے اور مجلس شوریٰ کی کاروائی بھی ہوگی اس لئے ان کو بھی پیش نظر رکھ کر کچھ نصیحتیں کرنی ہیں۔

جرمنی کی جماعت کو میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ نظام کے لحاظ سے یہ معاملہ بہت سدھر چکا ہے اور اپنی بلوغت کو پہنچ گیا ہے، لوگ سمجھ چکے ہیں کہ کس حد تک مجلس شوریٰ میں شامل ممبران کو آزادی ہے، کس حد تک خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری کردہ شریعت ان کے ہاتھ روکتی ہے کہ آگے نہیں بڑھنا، ان کی زبان پہ قدغن لگاتی ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھو۔ یہ جو امور ہیں ظاہری نظم و ضبط کے اس لحاظ سے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب معاملہ پوری طرح نظم و ضبط کے دائرے میں آ چکا ہے اور سب لوگ سمجھ گئے ہیں۔ ہر ایک کو اپنے حقوق کا پتہ ہے، ہر ایک کو اپنی ذمہ داریوں کا پتہ ہے اور اب میرے نزدیک انشاء اللہ جرمنی جیسے ملک میں کوئی یہ جرات نہیں کر سکتا کہ نظام کی بے حرمتی کرے اور کھڑے ہو کر بعض ایسی باتوں پر اصرار کرے جن کا کہنے کا اس کو حق نہ ہو یا امیر کے سامنے گستاخانہ رویہ اختیار کرے یا اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے یہ باتیں تو انشاء اللہ وہاں نہیں ہونگی اور مجھے امید بھی ہے، دعا بھی ہے کہ آئندہ کبھی ایسی باتیں نہ ہوں۔

لیکن جو انسان کے اندر چھپا ہوا باغی ہے، انسان کے اندر چھپا ہوا خود غرض آدمی ہے وہ تو ہر جگہ رہتا ہے اور جب تک اس مقام پر نہ پہنچ جائے جہاں اللہ اس کی حفاظت فرما دے اس وقت تک اس سے ہمیشہ خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ چنانچہ چند سال پہلے مجھے مجلس شوریٰ مرکزیہ جو ربوہ میں منعقد ہو رہی تھی یعنی پاکستان کی مجلس شوریٰ جو ربوہ میں منعقد ہو رہی تھی اس کی رپورٹیں کچھ ملیں اس پر میں نے ان سے ریکارڈنگز منگوائیں اور مجھے بہت اس بات سے دھکا لگا کہ اتنی لمبی تربیت یافتہ لوگوں کی موجودگی میں پھر بعض لوگوں نے بعض ٹیڑھی سوچیں داخل کر دی تھیں۔ بعض ٹیڑھے مطالبے شروع کر دئے تھے تو نظم و ضبط کے لحاظ سے اطمینان اپنی ذات میں کافی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجلس شوریٰ کی اجتماعی شخصیت اس میں شامل ہونے والوں کی شخصیت کا مجموعہ ہے۔ اگر اس میں شامل ہونے والوں کی سوچیں غیر متقیانہ ہوں اور ان کی نگرانی اچھی نہ ہو تو کسی وقت بھی وہ مجلس کا مزاج بگاڑ سکتے ہیں۔ اس پہلو سے جو ممبر بنتے ہیں ان پر بھی گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس نظام پر بھی نظر رکھنے کی ضرورت ہے جس نظام سے کوئی منتخب ہو کر مجلس شوریٰ تک پہنچتا ہے۔ ان خطرات کے پیش نظر آخری اختیار مرکز کے ہاتھ میں رکھا گیا ہے چاہے تو وہ انتخاب کے مشورے قبول کرے، چاہے تو نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پہلو سے جماعت کی تربیت بہت عمدہ ہو چکی ہے کہ اگر ان کو یہ علم ہو کہ مرکز سے کسی نام کی نامنظوری آئی ہے تو قطعاً دل میں میل نہیں لاتے اور سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ تو جو اجتماعی تقویٰ کا معیار ہے وہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی بلند ہے۔ لیکن انفرادی طور پر جب انتخاب کے ووٹ دئے جاتے ہیں تو بسا اوقات تعلقات، جنبہ داریاں، رشتے داریاں، دوستیاں وہ ان ووٹوں پر اثر انداز ہو جاتی ہیں۔ خاص طور پر وہاں یہ زیادہ

خطرناک صورتحال پیدا کرتی ہیں جہاں جماعتوں میں بعض گروہ بندیاں ہوئی ہوئی ہوں۔ بعض خاندانوں کی بعض دوسرے خاندانوں سے لڑائیاں ہوں۔ بعض خاندانوں کی بعض دوسرے خاندانوں سے چپقلش چل رہی ہو۔ ایسی صورت میں یا صدر جماعت جس کو مقامی جماعت کا صدر کہتے ہیں وہ اگر نا اہل ہو تو اس کی نا اہلی کی وجہ سے بھی بعض دفعہ افتراق پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ اپنے نیچے قوم کو متحد رکھنا یہ مختلف صلاحیتوں کا تقاضا کرتا ہے اور بعض دفعہ بعض صدروں میں وہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ سب کو ایک خاندان کی طرح ساتھ لے کر چلیں۔ اس لئے ان کی نا اہلی کے نتیجے میں بھی بعض دفعہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بعض دوست اس صدر کے قریب ہیں اور بعض نسبتاً دور ہیں۔ اور یہ تاثرات ضروری نہیں کہ صحیح ہوں بعض فتنہ پرداز ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ان تاثرات کو ہوا بھی دیتے ہیں اور اس طرح پھر افتراق پیدا کر دیتے ہیں۔ تو کمزوری جو صدر کی نظم و ضبط کی کمزوری یا اس کے ذہن کی روشنی کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے اس کو بدنیتوں کے اندھیرے اور زیادہ گہرا کر دیتے ہیں اور لوگ صفائی سے پھر حالات کو دیکھ نہیں سکتے اور اندھیرے کے نتیجے میں ہمیشہ غلط فیصلے ہوتے ہیں پھر۔ یہ تو مختصراس کا پس منظر ہے۔

جو خلاصہ کلام ہے وہ یہ ہے کہ بسا اوقات جب انتخاب ہو رہے ہوتے ہیں وہاں اس قسم کی مخفی جنبہ داریاں اور تعلقات کے اثرات اپنا اثر دکھا رہے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ جو شخص منتخب ہو وہ پوری طرح تقویٰ کے، تقاضوں کے پیش نظر منتخب نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے منتخب ہوا ہو۔ یہ سب احتمالات اپنی جگہ مگر اگر ان باتوں کو خود فتنے کا موجب بنا دیا جائے تو اس سے بھی بڑا فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ چونکہ یہاں ایسی باتیں چلتی ہیں اس لئے جو منتخب عہدیداران ہیں وہ تقویٰ سے گرے ہوئے ہیں اس لئے ہم ان سے تعاون نہیں کریں گے تو یہ پھر فتنہ نہیں بلکہ شیطانی ہے۔ جس شیطانی کو روکنے کے لئے ہم فتنوں کے رستے روکتے ہیں یہ وہی شیطانی ہے یعنی بالآخر نظام جماعت سے انسان باغی ہو جائے۔ پس نیکی کے نام پر بدی پھیلانے والی بات ہے۔ یہ وضاحت بہت ضروری ہے کہ جن ملکوں میں انتخابات ہونے ہیں یا مجلس شوریٰ ہو رہی ہے وہاں اس پہلو سے ابھی بہت زیادہ نگرانی اور بار بار نصیحت کی ضرورت ہے۔ اول تو یہ بہت اہم بات ہے کہ اپنے ووٹ دیتے وقت قرآن کریم کی اس نصیحت کو پیش نظر رکھیں کہ ایہ امانت ہے اور امانت کو اس کے حقدار کو دیا کرو اس کے سوا اور کوئی شرط نہیں ہے جو قرآن کریم نے اسلامی ڈیما کریسی کی تصویر کھینچتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔ جب بھی تم ووٹ ڈالو تو اس کو ووٹ دو جو تقویٰ کے لحاظ سے حق دار ہو اور غیر حق دار کو ووٹ نہیں دینا۔ اس مضمون پر مختلف پہلوؤں سے قرآن کریم کی آیات روشنی ڈالتی ہیں اور یہ واضح کر دیتی ہیں کہ مومن وہ ہے جو قریب ترین رشتے داریوں کا بھی لحاظ نہیں کرتا جب خدا کی خاطر اسے بات کہنی ہو۔ چنانچہ شہادت کے ضمن میں فرماتا ہے کہ شہادت کے وقت تو مومن کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ رشتے داروں کی رعایت تو درکنار خود اپنے خلاف گواہی دینے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات پر اپنے قریب ترین لوگوں کے خلاف گواہی دینے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ وہ تقویٰ کا معیار ہے جو اسلام قائم کرتا ہے اور اس معیار کی رو سے جب بھی انتخابات ہوں وہاں اگر باپ کو بھی ایک بچہ اہل نہیں سمجھتا تو اس کا فرض ہے کہ باپ کے خلاف اپنا ووٹ ڈالے اور کسی کا حق نہیں ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کو بعد میں اس بات کا طعنہ دے کہ فلاں وقت تم نے میرے حق میں ووٹ نہیں دیا۔

اگر شوریٰ کے نظام کو ہم بڑی احتیاط کے ساتھ جاری کر دیں، اس میں جتنے بھی تقویٰ سے ہٹے ہوئے رجحانات داخل ہونے کا امکان ہے ان رجحانات کے رستے بند کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت بہت تیزی سے ترقی کرے گی

یہ جو بات میں کہہ رہا ہوں اس کی ایک جگہ سے مجھے اطلاع ملی کچھ دن ہوئے اور اسی وجہ سے میری توجہ اس طرف پھری کہ ووٹ انتخاب کے بعد جو ایک شخص ہار گیا اس کو پتہ چلا کہ اس کے قریبی رشتے داروں نے اس کے خلاف ووٹ ڈالے تھے تو ان کے گھر گیا۔ وہاں بڑا اس نے شکوے شکائتیں کیں کہ تم لوگ کیا چیز ہو میرے عزیز رشتے دار ہو کے تم لوگ ہی مجھے لے ڈوبے حالانکہ یہ ان کو لے ڈوبنے والا تھا وہ بچ گئے ہیں اللہ کے فضل سے۔ الٹا قصہ ہے۔ تو جہاں بھی انتخابات میں تعلقات، رشتے داریاں وغیرہ اثر انداز ہوں گی وہاں نظام جماعت کی زندگی پر حملہ ہو گا۔ اسی حد تک نظام جماعت بیمار ہو گا اور بیمار صحت مند وجود میں بڑا فرق ہوا کرتا ہے۔ نچلی سطح پر آپ اپنی صحت درست کر لیں تو جماعت کی جو اجتماعی طاقت ہے اس میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا اور یہ کوئی فرضی باتیں نہیں ہیں، عین حقیقت کی باتیں ہیں، سو فیصد درست ہیں۔ ہر قطرہ احمدیت کا جو یہ سمندر بنا رہا ہے وہ قطرہ صالح ہونا چاہئے اگر وہ صالح ہو جائے تو سمندر صالح رہے گا۔ اگر اس میں آمیزش آجائے گی تو اسی حد تک سمندر کا پانی غیر صحت مند ہوتا چلا جائے گا۔

پس انتخابات کے وقت جو عہدیداران کے ہوں یا مجلس شوریٰ کے ہوں اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ کسی قسم کی کوئی رعایت، کوئی تعلقات کا واسطہ انتخابات پر اثر انداز نہ ہو۔ اور کیا ہو؟ اس کے متعلق قرآن فرماتا ہے "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کہ تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ تو سب سے زیادہ متقی کو آگے لاتا ہے اور اس میں یہ بحث نہیں آئے گی کہ چالاک کون ہے یا دنیا کے لحاظ سے کون اہلیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ یہ بات نہیں سمجھتے کہ دنیا کی چالاکیوں سے عاری شخص جو متقی ہو اس کے کام میں ہمیشہ زیادہ برکت ہوتی ہے بہ نسبت ایک تقویٰ سے عاری چالاک شخص کے۔ تقویٰ سے عاری چالاک شخص کے ہاتھ میں تو کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔ نہ نظام جماعت کی قدریں محفوظ ہیں، نہ جماعت کے اموال محفوظ ہیں اور وہ فتنوں کا موجب بن جاتا ہے اور بن سکتا ہے لیکن ایک سادہ انسان ہو بظاہر، متقی ہو خدا کا خوف رکھتا ہو اس کے ہاتھ میں کچھ بھی غیر محفوظ نہیں ہے۔

ساری جماعت کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی بعض کام کسی کے سپرد کئے گئے ہیں جو تقویٰ رکھنے والے تھے خواہ وہ علم کے لحاظ سے ادنیٰ حیثیت رکھتے تھے ان کے کاموں میں برکت پڑی ہے۔ اور چالاک علماء کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا بلکہ وہ ہمیشہ نقصان کا موجب ہی بنے رہے ہیں۔ ایک تو یہ خیال دل سے نکال دیں کہ چالاکیاں کام آسکتی ہیں اس لئے آپ کو چالاک آدمی کو چننا چاہئے۔ جتنا چالاک ہو، تقویٰ سے عاری ہو اتنا ہی خطرناک ہے۔ اس کو نظام کے قریب تک نہ پھٹکنے دیں۔ دوسری بات یہ یاد رکھیں کہ یہ آپ کا غلط اندازہ ہے کہ تقویٰ اور بیوقوفی اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ تقویٰ اور بیوقوفی اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ بے وقوف ہے جو تقویٰ سے عاری ہوتا ہے۔ اگر ہوشیار ہوتا اور عقل والا ہوتا تو ناممکن تھا کہ تقویٰ کے بغیر زندگی بسر کرتا۔

اول تو سفر کا آغاز ہی عقل سے شروع ہوتا ہے جو اولوا الالباب لوگ ہیں وہی ہیں جو خدا کا مقام اور مرتبہ پہچانتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کا خوف رکھتے ہیں اور اگر وہ عقل والے نہ ہوتے تو تقویٰ کو اختیار کیوں کرتے۔ پس محض مجہول سی حیثیت رکھنا یہ تقویٰ کی نشانی نہیں ہے۔ تقویٰ کے نتیجے میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے، ایک فراست پیدا ہوتی ہے، باتوں میں ایک گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ پس تقویٰ کی پہچان اس پہلو سے اگرچہ مشکل ہے لیکن روزمرہ کے تجربے میں آنے والے لوگوں کو سمجھنے کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔ ایک ایسا شخص جس کے ساتھ واسطہ پڑتا ہو اور پتہ ہو کہ جب بولے گا سچ بولے گا اس کو آپ تقویٰ سے خالی نہیں کہہ سکتے۔ ایک ایسا شخص جس کے پاس جب آپ امانت رکھوا دیں تو پتہ ہے کہ وہ امانت میں خیانت نہیں کرے گا۔ ایک ایسا شخص جس کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ اسے اپنی بڑائی کی کوئی بھی خواہش نہیں اور اس میں انکسار پایا جاتا ہے، کسی قسم کا کوئی تکبر نہیں ہے۔ ایک ایسا شخص جو نظام جماعت کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم کرتا ہے اور کسی جنبہ داری میں، کسی تفرقہ بازی میں کوئی حصہ نہیں لیتا، اس کو کوئی دلچسپی نہیں ہے، یہ تقویٰ کی ظاہری علامتیں ہیں۔ اور جہاں تک انسان کا تعلق ہے وہ ظاہری علامتوں ہی سے ایک انسان کا تقویٰ پہچان سکتا ہے حقیقت تقویٰ کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں اور عالم الغیب والشہادہ کا ایک یہ بھی مضمون ہے۔

آج میں نے اس آیت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں اپنے خطبے کے لئے موضوع بنایا تھا مگر اب چونکہ مضمون دوسرا شروع ہو چکا ہے اس لئے وہ انشاء اللہ آئندہ خطبے میں بات کروں گا۔ مگر یہاں یہ یاد رکھیں کہ اس مضمون کا تعلق کسی کے تقویٰ کی پہچان سے بھی ہے۔ عالم الغیب والشہادہ کا مطلب یہ ہے کہ تم بسا اوقات ایک شخص کو نیک سمجھ رہے ہوتے ہو مگر وہ خدا کی نظر میں نیک نہیں ہوتا۔ تم بظاہر ایک شخص کو بد سمجھ رہے ہوتے ہو مگر وہ خدا کی نظر میں بد نہیں ہوتا۔ غیب کا علم بھی وہی رکھتا ہے اور جو تمہیں دکھائی دیتا ہے اس میں تمہارے دیکھنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں تو تم نہ غیب کا علم رکھتے ہو نہ ظاہر کا علم رکھتے ہو۔ اس آیت کی روشنی میں پھر لوگ کہہ سکتے ہیں کہ پھر ہمارے معیار کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ جس معیار پر ہم قائم ہیں اس معیار کے پیش نظر جو فیصلے کریں گے ان کی صحت کی کیا ضمانت ہے۔ تو یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں تک عمومیت کا تعلق ہے عموماً مومنوں کے فیصلے اللہ کے فیصلے کے مطابق ہوتے ہیں اور متقیوں کے فیصلے خدا کے فیصلے کے مطابق ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا انفرادی فتویٰ ہر شخص کے متعلق تو نہیں چل سکتا کہ جس کو کوئی نیک آدمی کہہ دے یہ ضرور متقی ہے، وہ ضرور متقی نکلے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر عمومی طور پر تقویٰ ایک روشنی بخشتا ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے ڈرنا "فانہ یریٰ بنور اللہ" وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اب یہاں اللہ کے نور سے دیکھنے کا کیا مطلب ہے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا تو دیکھنے کا نور کچھ رکھا

ہی نہیں۔ جو خدا کی طرف سے اس کو بصیرت ملی ہے، جو خدا تعالیٰ کی محبت کے تقاضے ہیں ان سے وہ جانچتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا نور ہے ہی وہی جو اللہ کا نور ہے۔ اس میں اس نے دو چیزیں ملا نہیں دیں۔ اپنی ذات کے نور کو الگ قائم نہیں رکھا بلکہ کلیۃً خدا کے نور کے تابع کر دیا ہے۔

اگر اس پہلو سے کوئی شخص خدا کی نظر سے دیکھنے کا عادی بن جائے تو کہا جائے گا کہ یہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کا فیصلہ درست ہوتا ہے لیکن بالعموم۔ کیونکہ وہاں پھر اس آیت کی عمل پیرائی ہوگی کہ اللہ ہی ہے جو شہادہ کو بھی جانتا ہے اور غیب کو بھی جانتا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کا یہ دعویٰ کرنا تو غلط ہے کہ میں اللہ کے نور سے دیکھتا ہوں اس لئے جس کے متعلق میں بات کروں اس کو مان جاؤ۔ جو یہ بات کرے گا وہ ایک بات تو ثابت کر دے گا کہ وہ اللہ کے نور سے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اللہ کے نور سے دیکھتا تو بندے کے متعلق یہ دعویٰ نہ کرتا اور اپنی ذات کے متعلق یہ دعویٰ نہ کرتا کیونکہ دعوے کا جہاں تک تعلق ہے قرآن کریم فرماتا ہے "لاتزکوا انفسکم" تم اپنے آپ کو بھی پاک نہ کہا کرو، اپنی ذات کو بھی پاک نہ ٹھہرایا کرو "ھواعلم بمن اتقیٰ" ایک ہی ہے وہ جو جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

پس بہت ہی باریک مضمون ہے الجھا ہوا دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت میں الجھا ہوا نہیں۔ اس کو میں کھول کر جب آپ کے سامنے رکھتا ہوں تو آپ کو یہی محسوس ہوتا ہے ہمیشہ کہ ہاں یہی بات ہمارے دل میں بھی ہونی چاہئے تھی۔ یا تھی اور بات واضح ہو جاتی ہے۔ تو اول تو یہ بات یاد رکھیں کہ آپ اگر خود متقی ہوں تو آپ کا فیصلہ غلط بھی ہوگا تو اللہ اس کو ٹھیک کر دے گا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ آپ نے اپنی ذات میں تقویٰ سے فیصلہ کیا ہو۔ اس لئے آپ کو یہ ضمانت تو نہیں ہے کہ آپ کا ہر فیصلہ درست ہوگا ہرگز نہیں ہے۔ کئی آدمی متقی بھی ہوتے ہیں لیکن ذہنی فرق اپنی جگہ ہیں۔ متقی بھی ہوتے ہیں بھولے بھی ہوتے ہیں۔ کئی آدمی متقی بھی ہوتے ہیں اور صاحب فراست بھی ہوتے ہیں تو ان کا اپنا ذاتی معیار تقویٰ کے نور سے چمک اٹھتا ہے مگر اتنا ہی چمکتا ہے جتنا ان کا معیار ہے، اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو سارے دوسرے عالم پر فوقیت ملی، انبیاء پہ بھی فوقیت ملی اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ کا ذاتی نور اپنی ذات میں ہی اتنا روشن تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آسمان سے شعلہ نور اس پر نہ بھی اترتا تب بھی وہ بھڑک اٹھنے کی لئے تیار تھا۔ تو ہر شخص کی اپنی فراست کا ایک مقام ہے اللہ کا نور اس مقام کو روشن کر دیتا ہے اگر کسی آنکھ کی بینائی کم ہو تو اس کو بھی تو سورج کا نور ہی روشن کرتا ہے۔ اگر کسی کی آنکھ کی بینائی زیادہ ہو تو اس کو بھی تو سورج کا نور ہی روشن کرتا ہے لیکن فرق ہے ایک روشن بینائی والا انسان اس نور سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے جو ایک کم بینائی والا انسان اٹھا ہی نہیں سکتا۔ تو اس لئے یہ کہہ دینا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہؐ نے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ ہر متقی خدا کے نور سے دیکھتا ہے اس لئے ان کی رائے میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا اور ہر متقی کا یہ دعویٰ ہوگا کہ میری رائے درست ہے، یہ ساری باتیں ناسمجھی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر آپ گہرائی میں اتر کے معاملات کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں، قرآن کی روشنی میں سارا مسئلہ سمجھنے کی کوشش کریں تو کوئی بھی ابہام باقی نہیں رہتا۔ پس آپ نے فیصلہ تقویٰ سے کرنا ہے یہ ہے بے بنیاد۔ اور چونکہ آپ عالم الغیب اور عالم الشہادہ نہیں ہیں اگر تقویٰ میں رہتے ہوئے غلطی ہوتی ہے تو اس کی سزا خدا آپ کو نہیں دے گا۔ ایک شخص بے چارہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے ٹھوکر کھاتا ہے اور کہیں گر جاتا ہے تو نقصان تو اس کو ہوتا ہے مگر سزا نہیں ملتی۔ ایک شخص اگر جان کے بالارادہ کسی گڑھے کی طرف جاتا ہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لے بیٹھتا ہے تو پھر اس کو سزا بھی ملے گی، نقصان تو پہنچے گا لیکن سزا بھی ملے گی۔ تو سزا اور طبعی نقصان دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ پس ایسا شخص جو زیادہ بصیرت نہ رکھتا ہو وہ متقی بھی ہو تو بعض دفعہ غلطی سے غلط فیصلے کر سکتا ہے مگر خدا کی طرف سے اس پر پکڑ نہیں آئے گی۔ اور من حیث الجماعت جن کی تربیت اللہ نے اپنے ایک مرسل اور مہدی کے ذریعے کی ہو۔ بحیثیت جماعت ان کی اکثریت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقویٰ پر قائم رہتی ہے۔ اور یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ تقویٰ پر قائم رہے گی اور یہی وجہ ہے کہ ان کے انتخاب کو خدا کا انتخاب کہا جاتا ہے۔ اگر یہ توقع درست نہ ہو تو وہ نتیجہ بھی غلط ہو جائے گا جو ہم نکالتے ہیں کہ چونکہ متقیوں کی جماعت اپنا خلیفہ چنتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ طرف سے اس انتخاب پر صاد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں ان کا نور اور خدا کا نور ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ وہی نور جو خدا کا نور ہے اس نے جو فیصلہ کرنا تھا وہی فیصلہ متقی اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتے ہیں۔ تو جماعت کی حیثیت سے اس بات کی ضمانت ہے اور انشاء اللہ اگر ہم ہمیشہ نگران رہیں، کوشش کرتے رہیں، دعائیں کرتے رہیں تو بہت لمبے عرصے تک جو ہزار سال سے بھی بڑھ سکتا ہے جماعت انشاء اللہ تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے صحیح فیصلے کیا کرے گی مگر نگرانی کی ضرورت ہے اور مجلس شوریٰ اس میں سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اپنے ووٹ دیتے وقت قرآن کریم کی اس نصیحت کو پیش نظر رکھیں کہ یہ امانت ہے اور امانت کو اس کے حقدار کو دیا کرو۔ اس کے سوا اور کوئی شرط نہیں ہے جو قرآن کریم نے اسلامی ڈیماکریسی کی تصویر کھینچتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔ جب بھی تم ووٹ ڈالو تو اس کو ووٹ دو جو تقویٰ کی لحاظ سے حقدار ہو

اگر مجلس شوریٰ کے انتخاب کے وقت پوری محنت کے ساتھ اور کوشش کے ساتھ سوچ کر، فکر کر کے انسان یعنی ہر فرد یہ کوشش کرے کہ اپنے میں سے وہ چنے جس کو وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے قریب تر ہے، جس کے متعلق اس کا اندازہ ہے۔ اب اگر یہ نیکی سے اندازہ لگاتا ہے، سچائی سے اندازہ لگاتا ہے تو بقیہ کی ضمانت اللہ اس طرح بھی دیتا ہے اس کے فیصلے کی غلطی کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ اس کا ووٹ تو ہوگا اس پہ اس کو سزا نہیں ملے گی مگر اکثر کے دل خدا اس طرح مائل فرما دیتا ہے کہ ایک آدمی کی سادگی کی غلطی جماعت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ ایک قطعی بات ہے اس میں کوئی بھی شک کی گنجائش نہیں۔ ساری سو سالہ جماعت کی تاریخ بلکہ اس سے پہلے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے سے تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ متقیوں کے فیصلے میں اگر غلطی بھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ ان کے فیصلوں کی اصلاح فرما دی اور من حیث الجماعت جماعت کو ان کا نقصان نہیں پہنچنے دیا۔

پس مجلس شوریٰ جہاں بھی منعقد ہو رہی ہو یا آئندہ ہو اس کے انتخاب سے بات شروع ہوتی ہے۔ وہاں سب سے زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے تقویٰ کی۔ اور اگر جماعت کے علم میں ایسے لوگ ہوں جن کا ماضی اس پہلو سے داغ دار ہو تو امیر جماعت کا فرض ہے کہ وہ انتخاب کی کاروائی کی رپورٹ بھیجتے وقت دیانت داری سے بتائے کہ میرے نزدیک فلاں شخص جو منتخب ہوا ہے اس میں یہ عادت ہے۔ اس طرح وہ پارٹیوں میں شامل ہوتا ہے۔ اس طرح اب تک اس نے بعض دفعہ ایسی حرکات کی ہیں جس سے جماعت کے وقار کو نقصان پہنچا ہے۔ اگر امیر یہ لکھے تو پھر اس کا نام منظور نہیں ہوگا۔ لیکن بعض دفعہ امراء یا دوسرے عہدیداران سمجھتے ہیں کہ ہمیں کیا ضرورت ہے برا بننے کی۔ جہاں یہ کہا وہاں آپ تقویٰ سے گر گئے اور تقویٰ سے گرے تو ان کو اس عہدے سے بھی گرنا چاہئے تھا جو متقیوں کے لئے ہے۔ مگر وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں پڑتا عہدہ اپنی جگہ اور یہ ہوشیاری ہماری اپنی جگہ کہ ایسی بات نہ کریں کہ خواہ مخواہ آ بیل مجھے مار، لوگوں کو اپنے دشمن بنائیں۔

پس تقویٰ کا اس سلسلے میں دوسرا تقاضا یہ ہے کہ اگر غلط آدمی منتخب ہو رہا ہو تو دیانتداری کے ساتھ قطع نظر اس کے کہ کوئی دوست بنتا ہے یا دشمن بنتا ہے، اس وقت صورتحال نظام جماعت کی معرفت اوپر پہنچائی جائے۔ اس کا ایک برعکس بھی ہے جو اکثر چلتا ہے۔ یہ بات تو نہیں ہوتی جو ہونی چاہئے۔ جو نہیں ہونی چاہئے وہ دکھائی دیتی ہے کہ بعض لوگوں کی پسند کا آدمی نہیں آتا تو وہ عہدیدار نہ بھی ہوں ان کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ اس قسم کی رپورٹیں کریں مگر وہ ضرور اپنا بغض نکالتے ہیں۔ لمبی لمبی چٹھیاں لکھ دیتے ہیں۔ بعض دفعہ چودہ چودہ صفحے کے خط آتے ہیں کہ یہ شخص جو انتخاب ہوا ہے ہم آپ کو متنبہ کر رہے ہیں بڑا خبیث آدمی ہے، اس قسم کا آدمی ہے، اس طرح یہ جھگڑالو، اس طرح اس نے شرارتیں کیں اور حال یہ ہے کہ بعض پندرہ پندرہ سال پرانے واقعات بھی لکھتا ہے وہ۔ یعنی واقعتہً ایسے پرانے واقعات بھی ادھیڑ ادھیڑ کر نکالے گئے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ تمہارا تقویٰ اس وقت کیا کر رہا تھا جب پہلی دفعہ اس کی برائی سامنے آئی تم کیوں سوئے ہوئے تھے۔ اگر تم نے اس وقت نظام جماعت کی معرفت اپنا حق ادا نہیں کیا تو آج تمہارا کوئی حق نہیں ہے کہ اپنی زبان کھولو۔ اس لئے کہ اب تمہارے ساتھ براہ راست اس کا مفاد ٹکرایا ہے۔ تمہیں خطرہ ہے کہ ایسی جماعت میں اگر یہ اوپر آیا تو پھر میرے جو روزمرہ کے معاملات ہیں ان میں منفی اثر پڑ سکتا ہے اس لئے تمہیں پرانی باتیں یاد آگئی ہیں۔ اس لئے یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ پرانی باتیں اگر کسی شخص میں ایسی ہوں جس کا نظام جماعت کے سامنے آنا ضروری ہو تو جس وقت وہ ہوں اس وقت آنی چاہئیں۔ بعض دفعہ جرمنی ہی کی بات ہے ایک دو سال پہلے کی بات ہے کہ جب اختلاف ہوا ایک عہدے دار سے تو مجھے چٹھیاں آئیں کہ یہ عہدیدار، یہ تو اس قسم کا آدمی ہے اور اس قسم کا آدمی ہے اور ایسے ایسے خوفناک الزام تھے کہ اگر شریعت اسلامیہ نافذ ہوتی تو اس کو اسی (۸۰) کوڑے ضرور پڑتے۔ اور تقویٰ کا یہ حال کہ اب خیال آیا ہے کہ یہ عہدیدار بن رہا ہے اور پرانی ساری داستان کہتا ہے میری آنکھوں کے سامنے گزری ہے اور اس وقت کان کے اوپر جوں تک نہیں رینگی۔

جب میں کہتا ہوں اطلاع دو تو میں اس قسم کی ذلیل جاسوسیوں کی تحریک آپ کو نہیں کر رہا۔ یہ باتیں تو آپ کرتے ہیں جن کو میں دبانے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ تو تکلیف دہ باتیں کئی دفعہ سامنے آتی ہیں میں سمجھاتا ہوں کہ یہ کوئی طریق نہیں ہے خدا کا خوف کرو اور اپنی بدنیتوں کو نظام جماعت کے نام پر استعمال نہ کرو۔ لیکن وہ متقی لوگ جن کا بعض لوگوں سے نہ دوستی کا تعلق، نہ دشمنی کا تعلق، وہ ذمہ دار بنائے گئے ہیں کہ بعض اہم اطلاعیں خاص آدمیوں سے تعلق رکھنے والی جب ان کے سامنے آئیں تو میرے سامنے پیش کریں۔ تو بسا اوقات امیر کو ایک آدمی کے عام حالات کا پتہ ہی نہیں ہوتا مگر جب وہ عہدیدار منتخب ہوتا ہے تو اس کے متعلق بصیغہ راز بعض اطلاعیں ملتی ہیں۔ اس وقت اس کا فرض ہے کہ ان اطلاعوں کو آگے پہنچائے تاکہ ابتدائی پہلو سے جس حد تک چھان بین ممکن ہے ہم چھان بین کے بعد ان لوگوں کو اوپر آنے دیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مومنوں کی نظر میں، دل کی سچائی کے ساتھ ان کی نظر میں، وہ اچھے پاک لوگ ہیں۔ ایسے لوگ جب مجلس شوریٰ میں پہنچ جاتے ہیں تو پھر آگے ان پر ابتلاء کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں جو وہ باتیں کرتے ہیں بسا اوقات نیک لوگ بھی جب بحث میں پڑ جائیں تو اختلاف میں اپنے آپ کو غالب کرنے کے لئے ان کی سوچیں ٹیڑھی ہونے لگ جاتی ہیں۔ اس وقت یہ پیش نظر نہیں رہتا کہ جماعت کا مفاد اس میں ہے۔ اس وقت یہ پیش نظر ہوتا ہے کہ میری بات مانی جائے اور میں جیت جاؤں اور اس کے بعد اگر وہ جیت جائیں تو ان کی خوشی، ان کا اطمینان، ان کے چہرے کی مسکراہٹیں، ان کے عدم تقویٰ پر گواہ بن جاتی ہیں۔ اور اس کے برعکس بعض ایسے لوگ ہیں جو جیتتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں، دل شرمندہ ہوتے ہیں کہ ایک شخص کے مؤقف کے خلاف مجھے اتنی محنت کرنی پڑی لیکن چونکہ محض للہ تھی اس لئے اس کی کامیابی پر دل کا اطمینان وہ فخر کی مسکراہٹیں نہیں بن سکتا۔ ہمیشہ انکسار میں رہتا ہے اور ایک قسم کی شرمندگی رہتی ہے۔ مگر جب بھی ایسا موقعہ آئے گا وہ پھر ضرور وہ بات کریں گے۔ اور بسا اوقات ایسے لوگوں کو بعض دفعہ اس کا یہ نقصان پہنچتا ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں انہوں نے ہمارے خلاف باتیں کی تھیں تو اپنے تعلقات بھی کم کر لیتے ہیں۔ لیکن جب وہ تعلقات کم کرتے ہیں تو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ وہ ایک متقی سے جب تعلق کم کرتے ہیں تو خدا سے تعلق کم کرتے ہیں۔ اس متقی وجود کی ذاتی حیثیت، کنبہ کو سمجھیں۔ جو شخص دل کے تقویٰ کے ساتھ، اللہ کی خاطر سچی بات بیان کرتا ہے جانتا ہے کہ اس کے نتیجے میں وہ دوست جو دوسرا مؤقف پیش کر رہا ہے اس کے دل پر برا اثر پڑے گا، جانتا ہے کہ ہو سکتا ہے ہمارے تعلقات پر برا اثر پڑے۔ اگر اس کی سچائی کی سزا میں ان کے دوست اس سے بدظن ہوتے ہیں، پیچھے ہٹتے ہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقت میں وہ خدا سے بدظن ہوتے ہیں، خدا سے پیچھے ہٹتے ہیں کیوں کہ اللہ ایسے لوگوں کی حفاظت فرماتا ہے جو اس کی خاطر سچائی پر قائم رہتے ہیں ان کو کبھی نقصان نہیں پہنچنے دیتا اور ہمیشہ ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

> **انتخابات کے وقت جو عہدیداران کے ہوں یا مجلس شوریٰ کے ہوں اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ کسی قسم کی کوئی رعایت، کوئی تعلقات کا واسطہ انتخابات پر اثر انداز نہ ہو**

دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب مناظرہ ہوا، سب سے پہلا مناظرہ محمد حسین بٹالوی صاحب کے ساتھ تو کتنا بڑا ایک مجمع تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہل سنت کا نمائندہ بنا کر وہ اہل حدیث مولوی محمد حسین بٹالوی کے خلاف مناظرے کے لئے لے کے گیا اور ان کو یقین تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی فراست ہے، ایسا علم ہے۔ اس وقت تک کافی شہرہ ہو چکا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی کوئی حیثیت ہی نہیں اس کے مقابل پر۔ وہاں جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو سوال فرمایا کہ آپ بتائیں قرآن اور حدیث کا آپس میں کیا رشتہ ہے۔ تو جو جواب دیا مولوی محمد حسین بٹالوی نے وہ بالکل وہی تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ تھا جو ہونا چاہئے تھا۔ آپ نے فرمایا آپ ٹھیک کہتے ہیں اور بات ختم ہو گئی۔ اس پر اتنا شور پڑا، وہ لوگ جو حمایتی بن کے آئے تھے وہ حیران رہ گئے کہ انہوں نے تو ہمیں ذلیل اور رسوا کر دیا۔ یہ ہار گئے اور مولوی محمد حسین بٹالوی جیت گیا۔ مگر اللہ کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ وہ جو الہام ہے کہ "میں تجھے برکت پر برکت دوں گا" وہ اس موقع سے تعلق رکھتا ہے۔ "یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔

پس اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں بولنے والے، اپنی حمایت میں شرمندگی قبول کرنے والے کو کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔ اور جو شخص اس وجہ سے دشمنی کرے کہ اس نے خدا کی خاطر اس کو ناراض کرنے کی جرات کی ہے وہ خدا کو اپنا دشمن بنا لیتا ہے۔ پس نظام جماعت میں مجلس شوریٰ کے اندر جب باتیں ہوں تو ہرگز کسی اختلاف کا برا نہیں منانا۔ اور نہ آپ کی بات کا دوسرا برا منائے نہ آپ اس کی بات کا برا منائیں۔ اور برا منانے کا جہاں تک تعلق ہے بسا اوقات انسان پکڑ نہیں سکتا مگر طرز کلام سے ظاہر بھی ہو جاتا ہے۔ جب آپ باتیں کرتے ہیں تو باتوں میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ نام لیتے وقت ادب کے تقاضے چھوڑ دیتے ہیں اور جوش جو ہے وہ ابلنے لگتا ہے۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ اب آپ اس دماغی حالت میں نہیں ہیں کہ جہاں اطمینان سے فیصلے کر سکیں اور مجلس شوریٰ کا مقصد ہی ختم ہو گیا وہاں سے۔

اس لئے جب آپ بات کریں اختلاف پہ حوصلہ کریں، حوصلے سے برداشت کریں اور للہ اختلاف کی خاطر، اختلاف کو عزت دیں، اختلاف کرنے کی حوصلہ شکنی نہ کریں۔ مگر یہ بات یاد رکھیں کہ اختلاف کے بعد جب فیصلہ ہو جائے تو پھر آپ سب کے دل اس فیصلے پر اکٹھے ہو جانے چاہئیں۔ اس کے بعد اگر کوئی ادنیٰ سی بات بھی آپ کے دل کی اس فیصلے کی حدود سے باہر نکل کر کوئی پراپیگنڈہ کرتی ہے یا لوگوں میں بدظنی پیدا کرتی ہے یا اس فیصلے کی تائید میں جو آپ کا فیصلہ تھا، اس اجتماعی فیصلے کے خلاف باتیں کرتے ہیں جس پر خلیفہ وقت کی طرف سے صاد ہو جاتا ہے تو پھر آپ اس جماعت کا حصہ نہیں رہتے۔ آپ کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر آپ کو جماعت سے خارج کیا جائے یا نہ کیا جائے ایسی صورت میں آپ کا جماعت سے رستہ الگ ہو جاتا ہے۔

تو یاد رکھیں فیصلے تقویٰ سے کریں۔ مشورے جرات سے خدا کی خاطر دیں۔ اپنی زبان پر ادب کے پہرے بٹھائیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جس میں تلخی پائی جائے، جس کے نتیجے میں کسی کی دل آزاری ہو اور نہ اپنی دل آزاری ہونے دیں۔ اگر کوئی آپ کے خلاف دل آزاری کی بات کرتا ہے تو برداشت کریں۔ خدا کی خاطر صبر کریں کیوں کہ اس میں پھر آپ کو اللہ کی طرف سے بہت بڑی جزاء ملے گی۔ اور پھر جو بھی فیصلہ ہو اس پر سر تسلیم خم کریں اور جب مجلس شوریٰ کا فیصلہ ہو تو اسے آخری فیصلہ نہ سمجھیں۔ یہ بھی ایک بہت اہم بات ہے جسے تمام مجالس شوریٰ کے ممبران کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے بلکہ ساری جماعت کو، کہ یہ شوریٰ دنیا کی پارلیمنٹ نہیں ہوتی۔

> **تقویٰ اور بے وقوفی اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ بیوقوف ہے جو تقویٰ سے عاری ہوتا ہے۔ اگر ہوشیار ہوتا اور عقل والا ہوتا تو ناممکن تھا کہ تقویٰ کے بغیر زندگی بسر کرتا**

مجلس شوریٰ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ "شاورھم فی الامر" کہ تو ان سے مشورہ مانگ۔ اس لئے اگر محمدؐ رسول اللہ اس حکم کے تابع ہیں تو کون ہو سکتا ہے جو محمدؐ رسول اللہ کا غلام ہو اور اس حکم کے تابع نہ ہو۔ اس لئے خلیفہ وقت پر لازم ہے کہ تمام اہم امور میں جن کو مشورے کا اہل سمجھے ان سے فیصلہ کرنے سے پہلے مشورہ کر لیا کرے۔ یہ نظام تو جیسے گزشتہ مجلس شوریٰ پاکستان کے موقع پر میں پہلے سمجھا چکا ہوں۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب مجلس شوریٰ فیصلے کرتی ہے تو یہ ان کی حیثیت ہوتی ہے خلیفہ وقت کو [illegible] فیصلہ بطور مشورہ بھیجا جاتا ہے۔ ایک فیصلہ ہے [illegible] طور پر، مقامی طور پر وہ فیصلہ ہو چکا اس فیصلے کے خلاف کسی کو کچھ کہنے کا وہاں حق نہیں ہے اور سر تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ ایک امکان موجود ہے کہ مجلس شوریٰ کا کوئی ممبر یہ سمجھتا ہے کہ اختلاف کی وجہ اتنی اہم ہے کہ جماعت کے گہرے مفادات سے تعلق رکھتی ہے تو مجلس شوریٰ کے صدر سے درخواست کر کے اپنا یہ حق محفوظ کروا سکتا ہے کہ میں خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ اختلافی وجہ لکھوں گا اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صدر مجلس کو سوائے اس کے کہ صدر کا فیصلہ یہ ہو کہ یہ انسان اس لائق نہیں ہے، کسی وجہ سے وہ اس کو اجازت نہ دے تو پھر اس کو یہ کام نہیں کرنا چاہئے مگر صدر کا فرض ہو گا کہ جس کو اجازت نہ دے اس کے متعلق خلیفہ وقت کو مطلع کرے یہ واقعہ ہوا تھا اور میں نے اجازت نہیں دی تاکہ خلیفہ وقت کا جو بالا حق ہے وہ محفوظ رہے۔ اگر وہ سمجھے کہ ہو سکتا ہے صدر کا فیصلہ غلط ہو تو خود کہہ کر اس سے اختلافی نوٹ منگوا سکتا ہے۔ تو بہت ہی کامل نظام ہے یہ۔ ایسا نظام نہیں ہے جو اتفاقاً پیدا ہوا ہے۔ قرآنی تعلیم کے مطابق ایک رخنوں سے پاک نظام ہے جو خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ میں جاری ہے تو جب وہ فیصلہ جو وہاں ہو چکا ہے اور اس پر کوئی اختلافی نوٹ نہیں لکھوایا گیا خلیفہ وقت کی خدمت میں پہنچتا ہے تو فیصلے کے طور پر نہیں، مشورے کے طور پر۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" اے اللہ کے رسول پھر جب یہ فیصلہ کرے یعنی مشورہ آ گیا اب فیصلہ تو نے کرنا ہے

اب یہ جو انتہائی اہم بات ہے یہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وصال تک نہیں پہنچتی بلکہ آپ کے غلاموں میں اور آپ کی نمائندگی میں نظام جماعت کے منصب پر فائز لوگوں

تک بھی یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ وہ بنیادی بات ہے جو گزشتہ خطبے میں جو شوریٰ سے تعلق تھا میں کھول کر بیان کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلفاء نے بھی بعینہ یہی مطلب نکالا اور مشورے سننے کے بعد یا قبول کرتے تھے یا رد کرتے تھے اور اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ اکثریت کا مشورہ اس بات کے حق میں ہے اور اقلیت کا اس بات کے حق میں ہے۔ یہاں تک کہ ایک بھی اختلاف نہ ہو تب بھی آپ کے خلفاء نے مشورے رد کئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بھی ایسے مشورے رد کر دئے ہیں جس پر صحابہ کا پورا اتفاق تھا مثلاً عمرہ کے لئے جب بیت اللہ کے طواف کے لئے حاضر ہونا تھا تو صلح حدیبیہ کے میدان میں یہ عظیم تاریخی واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ تمام صحابہ کی متفقہ رائے کو حضرت محمدؐ رسول اللہ نے رد فرما دیا کیونکہ خدا نے مختلف سمت میں آپ کو عزم عطا کیا تھا، مخالف سمت کا عزم بخشا تھا۔

"فاذا عزمت فتوکل علی اللہ" کا یہ مطلب نہیں کہ جب تو مشورہ قبول کر لے تو پھر توکل کر۔ فرمایا مشورہ کے بعد تو نے فیصلہ کرنا ہے پھر جو فیصلہ کرے اس پر اللہ کا توکل رکھنا کہ اللہ تمہارے ساتھ ہو گا۔ اور یہی توکل حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اختیار کیا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وصال کے بعد ایک لشکر کو بھیجنے کا مسئلہ اٹھا جو بہت دور کے کسی محاذ پر بھیجا جانا تھا۔ تمام صحابہ بلا استثناء اس بات کے حق میں تھے کہ ماحول بگڑ چکا ہے، حالات ناساز گار ہیں، اہل مدینہ کے لئے خطرات ہیں، اس لئے کچھ دیر کے لئے اس لشکر کو روک دیا جائے۔ ایک حضرت ابو بکرؓ تھے جو اس بات پر قائم تھے کہ محمدؐ رسول اللہ کا آخری فیصلہ میں کون ہوتا ہوں ابن ابو قحافہ جو اس کو رد کر دے یا اسے ٹال سکے۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو گا یہاں تک فرمایا کہ مدینے کی گلیوں میں صحابہ کی اور ان کی عورتوں کی اور بچوں کی اگر کتے لاشیں گھسیٹتے پھریں، یہ خطرہ بھی ہو، تب بھی میں محمدؐ رسول اللہ کے فیصلے کو نہیں بدلوں گا، یہ لشکر جائے گا۔ "فتوکل علی اللہ" توکل کیا اور توکل کا ایسا عظیم الشان نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ تاریخ میں اس کی مثال دکھائی نہیں دیتی۔ سارا عرب تقریباً کا تقریباً باہر کا وہ عملاً باغی ہو چکا تھا اور کس طرح اس بدامنی کی حالت کو خدا نے خلافت کے ذریعے پھر امن میں تبدیل فرما دیا۔

جن کی تربیت اللہ نے اپنے ایک مرسل اور مہدی کے ذریعہ کی ہو، بحیثیت جماعت ان کی اکثریت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقویٰ پر قائم رہتی ہے اور یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ تقویٰ پر قائم رہے گی اور یہی وجہ ہے کہ ان کے انتخاب کو خدا کا انتخاب کہا جاتا ہے

تو توکل علی اللہ کا مضمون جو ہے یہ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مراد صرف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تک ہے اور اس کے بعد آپ کا یہ فیض آگے جاری نہیں ہو رہا۔ فیض محمدؐ رسول اللہ ہی کا ہے مگر جو بھی سچے طور پر اس منصب پر فائز ہو، جو محمدؐ رسول اللہ کی نمائندگی کر رہا ہو اس کو بھی ضرور یہ فیض نصیب رہے گا اور ہم نے ماضی میں دیکھا ہے ہمیشہ نصیب رہا ہے۔ تمام پچھلی خلافتوں کے دور کا آپ مطالعہ کر کے دیکھ لیں بلا استثناء جب بھی خلیفہ نے مجموعی رائے یا اکثریت کی رائے کے خلاف فیصلہ دیا ہے اسی فیصلے میں برکت، اسی فیصلے کی اللہ نے حفاظت فرمائی جو فیصلہ اس نے توکل کرتے ہوئے اکثریت کے خلاف دیا۔ تو اس بات پر قائم رہیں۔

ایک افریقہ کا ملک ہے جہاں اس وقت جلسہ ہو رہا ہے وہاں مجلس شوریٰ بھی ہوگی وہاں امیر کا انتخاب بھی ہو گا تو جو نئے آنے والے ہیں اب ضرورت ہے کہ ان کی ٹھوس تربیت اس بات پر ایسی کی جائے کہ ساری دنیا کی جماعتوں کا ایک مزاج ہو جائے۔ کالے اور گورے کا فرق ہی نہ رہے۔ افریقہ امریکہ کی کوئی تمیز باقی نہ رہے۔ مشرق اور مغرب ایک نور پر اکٹھے ہو جائیں یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور کے اوپر جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے "لاشرقیۃ ولاغربیۃ" نہ وہ شرق کا ہے نہ وہ غرب کا ہے۔ وہ سب کا سانجھا نور ہے۔

اس ضمن میں وہاں انتخاب کے متعلق کچھ اور ہدایتیں بھی دینے والی ہیں۔ چندے کا نظام ابھی سب جگہ اس طرح مستحکم نہیں ہوا کہ سو فیصدی شرح کے مطابق دینے والے سب پیدا ہو جائیں۔ لیکن چونکہ میں بہت زور دے رہا ہوں کہ نئے آنے والوں سے خواہ ایک دمڑی بھی وصول کر وان کو نظام میں داخل ضرور کر و اس لئے وہ شامل ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ انتخاب کے لئے یہ شرط ہوتی ہے کہ باشرح چندہ دینے والا ہو جس کا کوئی بقایا نہ ہو۔ اس صورت میں دو قسم کے مسائل ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض لوگ شرح کے ساتھ چندہ نہیں بھی دیتے یا دیتے ہی نہیں اور آخر پر دے دیتے ہیں اکٹھا۔ جو آخر پر اکٹھا دیتے ہیں ان کا نام میرے نزدیک انتخاب کے لئے شمار نہیں ہونا چاہئے سوائے اس کے کہ جماعت کی طرف سے یہ تحریک ہو کہ ہم آپ کو سپیشل اجازت دیتے ہیں اب جس نے دینا ہے دے لے۔ بعض حالات میں وہ ضروری ہوتا ہے۔ مگر بالعموم جو یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ادھر انتخاب ہونے والا ہے ادھر سیکرٹری مال کا دفتر کھل گیا ہے اور وہ حساب پرانے کر کے آپ کا پانچ سال کا اتنا بقایا، وہ کہتا ہے نہیں اتنا تھا، وہ حساب پورے کر رہا ہوتا ہے اور اگر چھ مہینے پہلے پر ٹھہر جائے بات تو وہاں تک ادا ہو گیا۔ اگلا پھر ضروری نہیں کہ ادا ہو۔ یہ تقویٰ کے منافی باتیں ہیں۔ ایسے پیسے میں جماعت کو کوڑی کی بھی دلچسپی نہیں ہے۔ اس لئے اب تک جو ہو چکا، ہو چکا، آئندہ ہر گز آپ نے یہ حرکت نہیں کرنی۔

جو تقویٰ کے ساتھ عام چندہ دینے والے ہیں کبھی رہ جاتا ہے ان کا بقایا ادا ہونا اور بات ہے۔ مگر انتخاب کی ممبر شپ کے لئے ظاہر و باہر ایسی حرکتیں ہو رہی ہوں اس سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ اگر کوئی جماعت ایسے موقع پر چندے لے کر ان کو ممبر بنائے گی اور میرے علم میں آئے گا تو ان لوگوں کے خلاف کاروائی کی جائے گی جنہوں نے ایسی حرکت کی ہو۔ جہاں تک چندہ شرح سے کم دینے والوں کا تعلق ہے ان کے ساتھ دو قسم کے سلوک ہوتے ہیں، بلکہ تین قسم کے کہنا چاہئے۔

وہ لوگ جنہوں نے میری اس عام رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے لکھ کر مجھ سے اجازت حاصل کر لی ہو کہ ہمیں پورا چندہ دینے کی توفیق نہیں ہے، ہم اتنا دے سکتے ہیں ان کو ووٹ دینے کا حق ہو گا۔ وہ منتخب ہو سکتے ہیں ووٹ دینے والی کمیٹی میں، خود ووٹ دے سکتے ہیں، امیر کو ووٹ دے سکتے ہیں مگر خود منتخب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جو ادنیٰ معیار چندے کا ہے اس سے گرے ہوئے ہیں، ان کو میں نے یہ رعایت دی ہے۔ رعایت کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ یہ تو کر سکتے ہیں کہ ووٹ دیں لیکن عہدے دار منتخب نہیں ہو سکتے۔ دعا کریں کہ اللہ ان کے حالات درست کرے جب حالات درست ہو جائیں گے تو پھر خدا نے چاہا تو ان کو اس خدمت کی بھی توفیق عطا فرما دے گا۔

دوسرے یہ کہ وہ لوگ جو اس کے باوجود اجازت نہیں لیتے۔ ان کے لئے تو کوئی سوال ہی نہیں ان کا تو ووٹ بھی نہیں بن سکتا خواہ چندہ دیتے بھی ہوں اگر انہوں نے اسے باقاعدہ اجازت کے تابع نہیں کیا تو وہ چندہ نہ دینے والوں میں شمار ہونگے اگر وہ بے قاعدہ ہیں اور کم دینے والے ہیں۔

جو لوگ اجازت نہیں لیتے اور چندہ پورا دیتے ہیں اور تقویٰ کے ساتھ ان کا چندہ ہمیشہ جاری رہتا ہے ایک آدھ مہینے کی یا چند مہینے کی کمزوریاں جن کو قانون اجازت دیتا ہے، ان کو برداشت کرتا ہے، ان کو چھوڑ کر ان کا معاملہ صاف ہے، ان میں سے آدمی منتخب ہو سکتے ہیں اور دعا کر کے انہی میں سے منتخب کریں۔

بعض دفعہ لوگ لکھ دیتے ہیں کہ جی ہم تو پہلے دیا کرتے تھے۔ پچھلے دو سال سے یا تین سال سے یہ مشکل آ گئی، ان کو میرا جواب یہ ہے کہ مشکل آئی ہے تو یہ بھی اس مشکل کا نتیجہ ہے کہ آپ اب اس خدمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ بیماری ہو تو ہم یہ تو نہیں کہتے کہ آپ جان بوجھ کر بیمار ہوئے تھے مگر آپ بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ دیکھیں میں مجبوراً بیمار ہوا تھا اس لئے مجھے سردرد نہیں ہونی چاہئے، میں مجبوراً بیمار ہوا تھا اس لئے میرا پیٹ نہیں خراب ہونا چاہئے، میری طاقت میں کمی نہیں آنی چاہئے۔ آپ کی مجبوری اپنی جگہ لیکن بیماری کے اثرات کی مجبوری اپنی جگہ۔ تو چندہ نہ دینے کے اثرات اپنی جگہ ہونگے، وہ چلیں گے اسی طرح۔ اس لئے جماعت کی لگام آپ کے سپرد نہیں کی جا سکتی، نظام جماعت کی باگ ڈور آپ کے سپرد نہیں کی جا سکتی۔

پس یہ دیکھیں کہ ان شرائط کے ساتھ اللہ کو حاضر ناظر جان کے اپنے میں سے وہ آدمی منتخب کرنے کی کوشش کریں جو آپ کے نزدیک خدا کا خوف رکھنے والا ہے اور روز مرہ کی زندگی میں اس سے رابطہ رہتا ہے اور آپ کو میں نے جیسا کہ نشان بتائے ہیں ان نشانات کو دیکھ کر کسی کے تقویٰ کا فیصلہ جس حد تک دیانت داری سے آپ کر سکتے ہیں اگر آپ کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تائید میں کھڑا ہو گا اور آپ کے فیصلے کی خامیوں کے ضرر سے جماعت کو محفوظ رکھے گا۔

آئیوری کوسٹ کی بھی ایک خاص حیثیت ہے۔ آپ کو یاد ہو گا میں نے جلسے پر آپ کو یہ رویا سنائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رویا میں دکھایا ہے کہ فرینکوفون ممالک میں بہت تیزی سے جماعت اب پھیلے گی اور وہ جو سابقہ غفلت تھی اس کا ازالہ ہو گا۔ اب آئیوری کوسٹ وہ جماعت ہے جہاں فرینکوفون ممالک میں سب سے زیادہ تیزی سے احمدیت پھیلنی شروع ہوئی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ اچانک ہو گیا ہے۔ یعنی مربی وہی ہے، کوششیں وہی، لیکن جو دس سال کی محنت سے پھل نہیں ملتا تھا وہ چند ہفتوں کی محنت سے ملنا

شروع ہو گیا ہے تو اس لئے آئیوری کوسٹ کے لئے دعا کریں۔ نئے آنے والے جب زیادہ ہوں تو جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دستور تھا کہ خدا تعالیٰ کی نصیحت کے پیش نظر یہ دعا کرتے تھے "سبحانک اللھم ربنا وبحمدک، اللھم اغفرلی" پس اس دعا میں نئے شامل ہونے والوں کو بھی یاد رکھیں، اپنے آپ کو بھی یاد رکھیں، ان جماعتوں کو یاد رکھیں جن پر نئی ذمہ داریاں عائد ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خدا کی خاطر سنبھالے ہوئے سب کاموں کو، اللہ ہی کی طاقت سے بہترین رنگ میں سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

خدام اور اطفال الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ماہ ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ اگست بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو کیمپ سپرنگز میری لینڈ میں منعقد ہوگا۔ تمام خدام اور اطفال سے اس میں شمولیت کی درخواست ہے

دنیائے مذاہب

پادریوں کی بھاری تعداد چرچ چھوڑ رہی ہے مجرد زندگی کی پابندیاں برداشت نہ ہو سکیں

(رشید احمد چوہدری)

لندن میں ایک کتاب A Passion for Priests حال ہی میں شائع ہوئی ہے جس میں کتاب کے مصنف Clare Jenkins نے دعویٰ کیا ہے کہ ۱۹۶۰ء سے لے کر آج تک تقریباً ایک لاکھ پادری اپنے عہدہ کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کو مجرد رہنے کے اصول کی خلاف ورزی کی وجہ سے چرچ کی ملازمت سے نکال دیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس غیر فطری پابندی کی وجہ سے ٹریننگ حاصل کرنے والے پادریوں کی تعداد میں بھی خاصی کمی آچکی ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء میں ۴۸ ہزار نوجوان رومن کیتھولک پادری بننے کے لئے تربیت پا رہے تھے مگر آج کل یہ تعداد کم ہو کر صرف دس ہزار رہ گئی ہے۔

کتاب کے مصنف کے مطابق رومن کیتھولک پادریوں میں بھی شادی کا رجحان بڑھ رہا ہے اور اکثر ایسے واقعات اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں جن میں ایسے پادریوں کے عورتوں کے ساتھ تعلقات کی خبریں ہوتی ہیں۔ بیشتر ایسے واقعات میں بدنامی سے بچنے کے لئے چرچ کی انتظامیہ ایسے پادریوں کو تبدیل کر کے دوسرے علاقوں میں بھجوا دیتی ہے۔ اسی سلسلہ میں آئرلینڈ میں ۱۹۹۲ء میں بشپ آف گالوے کا معاشقہ امریکن عورت Annie Murphy کے ساتھ منظر عام پر آیا جس نے چرچ میں ہلچل مچا دی۔ ان تعلقات کی بدولت اینی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جسے بشپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اینی نے اپنے اس معاشقے کے بارہ میں ایک کتاب بھی لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔

جینکنز نے کہا ہے کہ مجرد زندگی بسر کرنے کا اصول ابتدائی چرچ میں موجود نہیں تھا بلکہ اس کا رواج بہت بعد میں ہوا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ کہتی ہیں کہ:

"بیسویں صدی کے آخری حصہ میں پہنچ کر ہمیں ایک ایسے قانون کو وقعت نہیں دینی چاہئے جس کا وجود ابتدائی چرچ میں نہیں ملتا بلکہ وہ صرف ۸۰۰ سال پرانا ہے اور جس کی وجہ سے رومن کیتھولک فرقہ عظیم بحران میں مبتلا ہے"۔

جینکنز نے اپنی کتاب میں پندرہ عورتوں کی کہانیاں مرتب کی ہیں جنہوں نے پادریوں کے ساتھ شادیاں کیں۔ معاشرے نے ان کو مطعون کیا اور اس طرح ان جوڑوں کو بہت سے مصائب جھیلنے پڑے۔ ایسے خاندانوں کی رہنمائی کے لئے برطانیہ میں بعض سوسائٹیاں بنی ہوئی ہیں جو اس مشکل وقت میں ان کی اعانت کرتی ہیں تاکہ وہ اپنی زندگیاں نارمل طور پر گزار سکیں۔

ایک کہانی فادر John Leighton Crawford کی ہے جو ڈیگنہم (Dagenham) کے علاقہ میں واقع چرچ آف ہولی فیملی میں انچارج پادری کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ اس کی عمر ۵۶ سال تھی اور وہ عرصہ ۱۹ سال سے پادری کے عہدہ پر تھا۔ ۱۹۷۶ء میں اس نے چرچ میں کام کرنے والی ایک ۳۵ سالہ شادی شدہ عورت سے جس کے تین بچے تھے تعلقات استوار کر لئے اور بعد میں شادی کر لی۔ بشپ نے اس کی مخالفت کی لہذا اسے چرچ کی ملازمت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ علیحدگی کے بعد بھی یہ دونوں چرچ میں عبادت کے لئے آتے رہے۔ مگر بعض افراد نے اس کا برا منایا اور آخر کار چرچ کی انتظامیہ نے ان کا داخلہ چرچ میں بند کر دیا۔ عورت کا پہلا خاوند اس معاشقے کی خبروں سے تنگ آکر چپکے سے گھر چھوڑ کر چلا گیا۔

پادری جان آج بھی پادری کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اس کو کبھی کبھار بچے کی پیدائش یا کسی کی وفات پر رسوم کے لئے بلا لیا جاتا ہے اور کئی دفعہ وہ لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنے گھر کی بیٹھک میں عبادت بجا لاتا ہے۔

نیا مالی سال یکم جولائی ۱۹۹۵ سے شروع ہو گیا ہے۔ نئے اور پختہ عزم کے ساتھ لازمی چندہ جات کی باقاعدگی کے ساتھ ادائیگی کی طرف توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بڑھ چڑھ کر مالی قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ نیا مالی سال آپ سب کو مبارک ہو۔

انفاق

مرتبہ:- مکرم زاھد ملک صاحب

اسلام کی حالت اس وقت ایک ایسے دودھ پیتے بچّہ کی مانند ہے۔ جو جنگل میں پڑا ہو اور اس پر چاروں طرف سے درندے حملہ آور ہوں ...... تم لوگ اسلام کی مدد و نصرت کے لئے کھڑے ہو جاؤ تا شرک و کفر کی وہ ظلمتیں دور ہو جاویں جنہوں نے دنیا کو گھیرا ہوا ہے۔ تم ان عہدوں کو پورا کرو جو خدا کے مامور کے ہاتھ پر کئے ہیں۔ اور ہر ایک رنگ میں مال سے، جان سے، قلم سے، زبان سے، جس طرح بھی ہو سکے اسلام کی خدمت کرو۔ یہ دن پھر نہیں آئیں گے۔

(خطبات محمودؓ۔ جلد اول صہ ۳۹)

قربانیوں میں اصل قربانی وہ ہوتی ہے جو ابتدائی ایام میں کی جاتی ہے۔ جب دین کو شوکت حاصل ہو جاتی ہے اس وقت کی قربانی انسان کو کوئی خاص مقام نہیں دیتی۔ قربانی وہی ہوتی ہے جب نا اُمیدی کے بادل سر پر منڈلا رہے ہوتے ہیں جب تمام دنیا کہتی ہے کہ یہ کام نہیں ہو سکتا لیکن انسان صرف خدا تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے قربانی کرتا چلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا خدا کہتا ہے کہ یہ کام ہو کر رہے گا۔ دُنیا بے شک اس بات کو نہ مانے مگر مجھے یقین ہے کہ یہ کام ہو کر رہے گا۔

(مشعل راہ صہ ۵۹۱۔ بحوالہ الفضل ۲۰ جون ۱۹۶۱ء)

یہ کبھی مت خیال کرو کہ تمہارے قلیل مال کی کوئی قیمت نہیں۔ اگر تم اخلاص سے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ایک پیسہ بھی دیتے ہو، تو وہ اُن سونے کے پہاڑوں سے جو بغیر اخلاص کے دیئے جائیں، زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

(خطبات محمودؓ۔ جلد اول صہ ۱۴۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مالی قربانی کی تحریک کی۔ تو ایک صحابی جن کے پاس اور کچھ نہیں تھا وہ جَو کی ۲ دو مٹھیاں لائے اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ منافقوں نے اس بات کو دیکھا تو ہنسے اور کہنے لگے۔ لو اب دُنیا جَو کی ان ۲ دو مٹھیوں سے فتح ہو گی۔ حالانکہ اگر اُن کی آنکھ ہوتی تو وہ سمجھتے کہ یہ جَو کی ۲ دو مٹھیاں نہیں تھیں بلکہ اسلام کی محبت میں بیتاب ہونے والے ایک دل کے خون کے ۲ دو قطرے تھے جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ اور دنیا دل کے خون کے قطروں سے ہی فتح ہؤا کرتی ہے۔ دنیاوی سامانوں سے نہیں۔ پس ایمان کامل کی علامت یہ ہے کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ کماتے ہو اور جو کچھ پہنتے ہو اور جو کچھ خرچ کرتے ہو۔ اس کا ایک حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بھی دو اور اپنی ہر طاقت بنی نوع انسان کی بھلائی اور اُن کی بہبودی کے لئے صرف کرو۔

(تفسیر کبیر، جلد ششم صہ ۵۳)

مالدار کا شرف مال میں نہیں۔ بلکہ اس کا شرف اس بات میں ہے کہ ایسے خدا تعالےٰ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرنے کی توفیق کس حد تک ملتی ہے۔

(خطبات محمودؓ، جلد اول صہ ۵۲)

وہ شخص جو اپنے مال و دولت جائیداد وغیرہ کو ایسی جگہ صرف کرتا ہے جس سے اُسے دائمی خوشی حاصل ہو۔ اس کے دل میں کبھی رنج نہیں آتا۔

(خطباتِ محمودؓ۔ جلد اول صہ ۲۲)

اگر تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ تمہارے دل میں دوسرے وقت خرچ کرنے کے لئے پہلے کی نسبت اور زیادہ تحریک ہو۔ اگر زیادہ تحریک نہیں ہوتی۔ تو سمجھ لو کہ پہلے تم نے جو کچھ دیا تھا وہ خدا کے لئے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے دیا تھا۔ اور وہ ضائع ہو چکا۔ ایسی صورت میں تو اور بھی زیادہ خرچ کرنا چاہیئے۔

(خطبات محمود جلد اول صہ ۲۲، ۳۲)

جماعتِ احمدیہ بے شک چندے دیتی ہے۔ لیکن صحابہ والا اِنفاق اور تھا وہ تو کوشش کر کے اپنے اوپر غربت لاتے تھے۔ جب تک اسی طرح اِنفاق نہ ہو ترقّی ممکن نہیں ہؤا کرتی۔ اسی وجہ سے پہلی آیت (سورۃ ابراہیم آیت ۳۱۔ ناقل) میں جہاں خرچ کا حکم دیا ہے۔ وہاں سِرًّا کو پہلے رکھا ہے۔ یہ بتانے کیلئے کہ اصل اِنفاق وہ ہے۔ جو طبعی ہو اور اس میں کسی شہرت وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ جو اِنفاق طبعی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے طبیعت کو اُبھارنا نہیں پڑے گا۔ بلکہ اس کے ظہور کو بعض دفعہ روکنے کی ضرورت محسوس ہو گی۔ پس وہی انفاق اس آیت کے ماتحت ہے جو طبعی ہو نہ یہ کہ نفس پر خرچ کرنا تو طبعی ہو اور خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے دوسرے کے کہنے کی ضرورت ہو۔

جب جماعتِ احمدیہ میں یہ مادہ پیدا ہو جائے گا اور انہیں اپنے آپ پر خرچ کرنے کے لئے تو نفس پر بوجھ ڈالنا پڑے گا اور دین کی راہ میں خرچ کرنا طبعی تقاضا نظر آئے گا تب ان کے لئے ترقّیات کے راستے کھلیں گے۔

(تفسیر کبیر جلد سوم، صہ ۴۸۱، ۴۸۲)

اس آیت (وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ناقل) میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مال خرچ کرنے پر گھبرانا عقل کے خلاف ہے کیونکہ یہاں خدا تعالیٰ کی نعمت کا نام رزق رکھا گیا ہے اور رزق اس عطاء کو کہتے ہیں جو جاری ہو اور ایک ہی دفعہ ختم نہ ہو جائے۔ پس رزق کا لفظ استعمال کر کے اسی جگہ یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق جو خرچ کرے گا اس کا مال بڑھے گا کم نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ اس پر بار بار انعام کرے گا۔ علم اور فہم اور عقل اور جسمانی قوتوں کے خرچ

کرنے سے ان اشیاء کا بڑھنا تو ظاہر ہی ہے جو شخص اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے اسی کا علم ہمیشہ بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا جو لوگ درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں ان کا علم ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اسی طرح جو لوگ اپنی عقل اور فہم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں ان کی عقل اور ان کا فہم بڑھتا ہے گھٹتا نہیں۔ اسی طرح جسمانی قوتوں کو صحیح طرح خرچ کرنے والے کی قوت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔ اسی طرح مال خرچ کرنے والے کا مال بھی بڑھتا ہے مثلاً یہ امر ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے مال کا کچھ حصہ اپنے نفس پر خرچ کرے گا اس کے جسم میں زیادہ قوت پیدا ہوگی اور وہ زیادہ کما سکے گا اسی طرح جو شخص صحیح طور پر اپنی بیوی اور اپنی اولاد پر خرچ کرے گا اس کے ہاں کمانے والوں کی تعداد بڑھے گی جو اپنے ہمسائیوں پر اور دوستوں پر مال خرچ کرے گا اسی کے معاون اور مددگار بڑھیں گے جو غرباء پر خرچ کرے گا اس کی قوم کی مالی حالت ترقی کرے گی اور اس کا ردّ عمل خود اس کے مال کے بڑھنے کی صورت میں ہوگا

غرض مال کا صحیح خرچ کرنا کبھی مال کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ اسے بڑھاتا ہے۔ پس علاوہ اس کے کہ خدا تعالےٰ کا فضل اس شخص پر روحانی طور پر نازل ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے طبعی قوانین بھی اس طرح بنائے ہیں کہ اُن کی مدد سے بھی ایسے حالات میں مال بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ اور صرف کم عقل لوگ اس قسم کے خرچ سے گھبراتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح وہ اپنے مالوں کو نقصان پہنچاتے ہیں محفوظ نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر۔ جلد اول صہ ۱۳۴)

شاید کوئی اعتراض کرے کہ خدا تعالیٰ کو اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ بندوں کی وساطت سے دوسروں پر خرچ کروائے کیوں نہ اس نے سب انسانوں کو براہِ راست ان کا حصہ دے دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض قلّت تدبّر کا نتیجہ ہے کہ خیال کیا جاتا ہے کہ بعض لوگ خرچ کرنے والے ہیں اور بعض دوسروں کی امداد پر گذارہ کرتے ہیں کیونکہ درحقیقت سب ہی لوگ ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہیں۔ امراء ظاہر میں غرباء پر مال خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک مالدار جو ایک گاؤں میں رہتا ہے اس کے مال کی حفاظت ان سینکڑوں غرباء کی ہمسائیگی سے ہو رہی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ گاؤں میں رہتے ہیں ورنہ ڈاکو اور چور اس کو لوٹ لیں ...... ایک امیر اپنی امارت غرباء کی مدد کے بغیر قائم ہی نہیں رکھ سکتا کیونکہ دولت مزدور کی مدد سے آتی ہے مزدور نہ ہو تو دولت کہاں سے آئے۔ پس امیر ہی غریب کی مدد نہیں کرتا بلکہ غریب بھی امیر کی مدد کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے تعاون اور محبت کے قیام اور زیادتی کے لئے دُنیا میں ایسا انتظام کیا ہے کہ ہر شخص کے حال میں کچھ دوسروں کا حصہ بھی رکھ دیا ہے تا باہمی ہمدردی اور تعاون سے محبّت بڑھے اور تمدّن کرے اگر ہر ایک آزاد ہوتا تو مدنیت کبھی ترقی نہ کرتی اور وہ علوم جو انسان کو حیوانوں سے ممتاز کرتے ہیں کبھی پیدا نہ ہوتے پس رزق کا باہم ملا دینا ایک بڑی حکمت پر مبنی ہے۔

قربانی کے متعلق ایک بات یاد رکھنے والی ہے اور وہ یہ ہے کہ قربانی اپنے نتائج کے مطابق اور اپنے احساس کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ جتنی جتنی حس کم ہوتی چلی جائے اتنی ہی قربانی کی قیمت گرتی جاتی ہے اور جتنی جتنی حس زیادہ ہوتی جائے اتنی ہی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ عوام کی نیکیاں خواص کی بدیاں ہوتی ہیں ......

ایک شخص جماعت میں نیا داخل ہوا ہے اور قربانی کے صحیح معنوں سے آگاہ نہیں وہ اپنے ایمان کے مطابق قربانی کرتا ہے۔ اور اپنے نفس میں خیال کرتا ہے کہ مَیں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے۔ مگر ایک پُرانا احمدی ہے۔ جو قربانی کا عادی ہو چکا ہے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں ان دونوں کو ان کی قلبی کیفیات اور احساسات کے مطابق بدلہ ملے گا۔ نئے احمدی کی تھوڑی قربانی پُرانے کی زیادہ قربانی زیادہ ہوگی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دوزخی جب ایک عرصہ تک عذاب اٹھالیں گے تو پھر ہم ان کی جلدیں تبدیل کر دیں گے۔ کیونکہ جتنی جتنی کسی چیز کی عادت ہو جائے اس کے متعلق حس اتنی ہی کم ہو جاتی ہے ...... اسی طرح نیکی کا بھی حال ہے۔ جب ایک نیکی کی عادت ہو جائے تو اس کا اتنا ثواب نہیں رہتا۔ جب تک اس میں کوئی اضافہ نہ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نیکیوں کے مدارج مقرر کئے ہیں۔ نماز کے فرض مقرر کئے ہیں مگر اس کے ساتھ نوافل اور سنتیں بھی لگا دیں ... ... اس میں یہی حکمت ہے کہ جب فرائض کی عادت ہو جائے تو مزید ترقی کے لئے رستہ کھلا رہے۔ اللہ تعالےٰ نے نماز کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔ مثلاً یہ نہیں کہا کہ ظہر کی نماز چار بجکر ۵ منٹ پر ادا کی جائے اور اس سے بھی اللہ تعالےٰ کا منشاء یہی ہے کہ اگر کوئی خلوصِ دل سے چاہے تو اس میں زیادتی کر سکے۔ پھر نماز میں توجہ کی کوئی بھی حد نہیں رکھی۔ وگرنہ نچلے درجہ کے لوگ محروم رہ جاتے ...... یہی حال صدقہ وخیرات کا ہے۔ ایک طرف زکوٰۃ رکھ دی جس حد تک کر دی مگر صدقہ خیرات کی کوئی حد نہیں رکھی یعنی زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقہ رکھا تا انسان جب تک زکوٰۃ کا عادی ہو جائے تو اس میں ترقّی کر سکے۔ روزوں کا بھی یہی حال ہے رمضان کے روزے فرض کئے مگر ساتھ نفلی روزے بھی رکھے گویا ہر بات میں ترقّی کی گنجائش رکھی تا جوں جوں ایک نیکی کی عادت ہو جائے اس میں اضافہ اور ترقّی کی جا سکے۔

غرض شریعت نے احساس اور عادت پر بنیاد رکھی چیز پر نہیں۔ یہ نہیں کہ دس روپے دینے والا نو روپے دینے والے سے اچھا ہے۔ بلکہ احساس کے لحاظ سے ممکن ہے ایک روپیہ دینے والا نو روپے دینے والے سے اچھا ہو..... اس گر کے مطابق مومن کو ہمیشہ نیکی میں ترقی کرنی چاہیئے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جس نیکی کی عادت ہو جائے اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور وہ اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہے جب عادت سے زیادہ کی جائے۔ پس مومن کا ہر دن ایمان اور قربانی اور احساس کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ مضبوط ہونا چاہیئے۔ کیونکہ لازمی بات ہے کہ ہر قدم پر عادت ہوگی۔ اور اس طرح ہر قدم پہ پہلے سے زیادہ اُٹھانا پڑے گا یہی چیز ہے جس سے قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ مومن کسی ایک جگہ کھڑا نہیں ہو سکتا اگر کھڑا ہو جائے گا تو اس کی قربانی ہیچ ہو جائے گی۔ اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے۔ کہ مومن نوافل کے ذریعہ قربِ الٰہی میں ترقی کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے اور اگر وہ اس کی طرف ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف دو قدم اُٹھاتا ہے حتیٰ کہ اس کا وجود خدا کا وجود ہو جاتا ہے[1]۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ نوافل کے ذریعہ ترقی غیر محدود ہوتی ہے۔ تو یہ عید الضحیٰ ہے۔ اور ہمیں قربانی کی طرف توجہ دلاتی ہے اور قربانی بھی احساس والی۔ (خطبات محمودؓ۔ جلد اول صہ ۱۴۵-۱۴۹)

---

[1] صحیح بخاری کتاب الرّقاق باب التواضع

"اب انسانیت کے نام پر ہمیں جلسے کرنے چاہئیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

قبول احمدیت کی دلچسپ داستان

مندرجہ ذیل دلچسپ داستان، ہمیں جناب رشید احمد صاحب پریس سیکرٹری لندن کی طرف سے موصول ہوئی ہے جو ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے شائع کر رہے ہیں۔ ملاؤں کے شر اور بد ارادوں کے پیش نظر بعض نام اور تفصیلات حذف کر دی گئی ہیں۔ (ادارہ)

وہ لکھتے ہیں کہ۔

" میرا وطن سیالکوٹ ہے میری تعلیم میٹرک تک ہے۔ میرے والد کپڑے کا کاروبار کرتے ہیں۔ چار پانچ سال پہلے کی بات ہے کہ میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے والد صاحب کی دوکان پر بیٹھنے لگا۔ ان دنوں میری شناسائی ایک عیسائی لڑکے سے ہو گئی جو " تہوار کے گواہ Jeohovah,s witness کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ ایک دن وہ مجھے عیسائی مذہب کی تبلیغ کرنے لگا۔ میرا مذہبی مطالعہ اتنا گہرا نہیں تھا مگر پھر بھی دل میں جوش تھا کہ اس کی باتوں کا جواب دوں۔ اس نے میری کمزوری بھانپ لی اور اسلام پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے اور کہنے لگا کہ اسلام تو تلوار کے زور پھیلا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر اعتراض کیا اور کہا کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ انہوں نے اس وقت شادی کی جب وہ 9 سال کی تھیں وغیرہ وغیرہ پھر کہا کہ تمہارے نبیؐ تو وفات پاچکے ہیں ہمارا نبی آسمان پر زندہ ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ قرآن کوئی الہامی کتاب نہیں۔ بہت کچھ بائیبل سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان تمام اعتراضات کا میں اپنی کم علمی کی وجہ سے جواب نہ دے سکا چنانچہ میں طیش میں آگیا اور اس سے سخت کلامی پر اتر آیا۔ اس نے مجھے طیش میں دیکھ کر کہا مسلمان صرف جوش ہی دکھا سکتے ہیں ہماری باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔

میں نے کہا ٹھیک ہے اپنے قاری صاحب سے بات کر کے کل تمہاری باتوں کا جواب دوں گا چنانچہ اسی دن علاقہ کی بڑی مسجد کے خطیب کے پاس پہنچا جس کے خطابات کی علاقہ بھر میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ انہوں نے میری باتوں کو غور سے سنا اور الٹا مجھ سے ناراض ہوئے کہ تم عیسائیوں کے پاس کیا لینے جاتے ہو۔ وہ کافر ہیں ان سے بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ میں نے بہتری کوشش کی کہ قاری صاحب مجھے کوئی جواب سمجھائیں تاکہ میں اس لڑکے کا منہ بند کر سکوں مگر وہ بڑی صفائی سے ٹال گئے اور کہا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیبل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ میں بہت مایوس ہوا۔ قریب ہی ایک دوکان پر کام کرنے والا ایک اور لڑکا میرا دوست تھا میں نے اس سے اس مسئلہ پر بات کی اس نے کہا میں تمہیں ایک کتاب " احمدیہ پاکٹ بک " دیتا ہوں اس کا مطالعہ کرو اور پھر اس عیسائی سے بات کرو میں کتاب گھر لے گیا۔ پھر ایک عیسائی ڈاکٹر سے میں نے بائیبل حاصل کی اور پاکٹ بک میں جو حوالے درج تھے ان کو چیک کیا جوں جوں میں مطالعہ کرتا جاتا تھا مجھے عیسائی مذہب کا مینار گرتا نظر آتا میں نے وہ حوالے عیسائی لڑکے کو بتائے اور بائیبل کھول کر دکھائی تو وہ پریشان ہوگیا اور مجھ سے بات کرنے سے بھی کترانے لگا۔ پہلے میں اس سے بھاگتا تھا اب وہ مجھے دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔ آخر ایک دن عاجز آکر کہنے لگا کہ بھئی آپ نہ جانے کیسی تحریف شدہ بائیبل شائع کردیتے ہیں۔ یہ آپ کا ملک ہے پریس بھی آپ ہی کا ہے ہم تو اقلیت میں ہیں۔

پھر کہنے لگا تمہارا نبی تو زمین میں دفن ہے اور ہمارا آسمان پر ہے آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ آکر آپ کے دین کو دوسرے دینوں پر غالب کرے گا جب ہمارے نبی نے ہی آپ کے دین کو مکمل کرنا ہے اور آپ نے اس کی بیعت کرنی ہے تو آج ہی کیوں نہیں اس کو مان لیتے مجھے اس بات کا کوئی جواب نہ سوجھا۔ ایک دفعہ پھر مولویوں کے پاس پہنچا کہ تسلی ہو مگر بے سود۔ میں دن رات پریشان رہنے لگا۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرتا تو یقین ہوتا کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پاچکے ہیں مولویوں کی بات سنتا تو وہ حیات مسیح پر کاربند نظر آتے۔ ایک مولوی صاحب سے بحث کر بیٹھا کہ دیکھو آیت قرآنی

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ (آل عمران 3 :56)

پہلے وفات کا بتاتی ہے پھر اوپر اٹھنے کا ذکر ہے تو مولوی صاحب نے فرمایا " تم مرزائی ہوتے جارہے ہو " اور پھر کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ ادھر سے مایوس ہو کر ایک مرتبہ پھر احمدی لڑکے کے پاس پہنچا اور احمدی عقائد کا مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ احمدی لٹریچر خصوصا حضرت مرزا صاحب کی " جنگ مقدس " جو عبداللہ آتھم پادری اور حضرت مرزا صاحب کے مابین مباحثہ پر مشتمل ہے کا مطالعہ کیا تو ذہن مطمئن ہوگیا اور میں احمدیت کے بہت قریب ہوگیا۔ مگر دل میں ایک وسوسہ ضرور تھا کہ میں تو صحیح طریق سے قرآن مجید بھی نہیں پڑھ سکتا یہ نہ ہو کہ

نادانی میں کوئی غلط فیصلہ کربیٹھوں ۔ یہ بھی خیال آتا کہ پاکستان میں لتنے بڑے بڑے عالم ہیں مولانا عبدالستار خان نیازی ، مولانا طاہرالقادری وغیرہ وغیرہ آخر وہ احمدی کیوں نہیں ہوتے ۔ مگر بعد میں اس بات کا احساس ہوا کہ حق کی شناخت بھی اللہ کے فضل سے ہوتی ہے ۔

اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھ پر خاص فضل کیا اور مجھے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی توفیق بخشی ۔ میں نے بیعت فارم پر کردیا ہے دل خوب مطمئن ہے اور امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد کی خدمت میں پہلا خط ارسال کررہا ہوں اس عاجزانہ درخواست دعا کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ مجھے احمدیت یعنی حقیقی اسلام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے ۔

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کی سوچ بیدار ہو اور ذہن سچائی کی طرف مائل ہو اور فطرت کی پاکیزگی ماحول کے بد اثرات سے زنگ آلود نہ ہوئی ہو تو خدا تعالیٰ خود ایسے شخص کی رہنمائی فرماتا ہے ۔ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمارے اس بھائی کے ساتھ پیار کا سلوک فرمایا اور اس کو اس کی خوبیوں کے نتیجے میں احمدیت کی روشنی عطا فرمائی ۔

ہمیں یقین ہے جو بھی صدق دل سے اس معاملہ میں تحقیق کرے گا وہ نیک فطرت انجام کار اسی طرف آئے گا ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سعادت کی یہ راہ ہمارے اس بھائی کے لئے بے حد مبارک فرمائے اور اسے اپنی قرب کی راہوں پر مزید آگے بڑھاتا چلاجائے ۔

چندہ نادہند اور بے شرح ادا کرنے والے

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بشارت سپین میں اپنے ایک خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء میں چندہ نادہند اور بے شرح ادا کرنے والے احباب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ایسے احمدی ہیں جو ایک آنہ بھی چندہ نہیں دے رہے۔ دنیا کے لحاظ سے ان کی کایا پلٹ چکی ہے، وہ اور ماحول میں بسا کرتے تھے کسی وقت، اب اور ماحول میں پہنچ چکے ہیں۔ کوئی نسبت ہی نہیں خداتعالیٰ کے ظاہری فضلوں کے ساتھ اس زندگی کو جو وہ پہلے بسر کرتے تھے۔ مگر کلیتاً ان فضلوں کو بھلا کو وہ خداتعالیٰ کے دین کی ضرورتوں سے غافل ہو کر محض اپنی ضرورتوں اور ان کے پورا کرنے کی فکر میں سرگرداں ہیں...... جن کو خداتعالیٰ نے بہت کچھ دیا لیکن مقابل پر بہت تھوڑا پیش کرتے ہیں۔ وہ پیش نہیں کرتے جس سے ان کو محبت ہے۔ وہ پیش کرتے ہیں جو وہ زائد از ضرورت سمجھ کر پھینک سکتے ہیں۔

قرآن کریم تو فرماتا ہے "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" کہ ہرگز تم نیکی کو نہیں پاسکو گے جب تک کہ وہ کچھ خرچ نہیں کروگے جس سے تمہیں محبت ہو۔ تم تو خدا کی راہ میں وہ دے رہے ہو جس سے تمہیں محبت نہیں۔ وہ زائد چیز ہے جو تم پھینک بھی سکتے ہو۔ تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا اس سے۔ تمہارے روزمرہ کے دستور پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے اس کو کیوں ضائع کرتے ہو۔ اگر قربانی کی توفیق نہیں تو چھوڑ دو اس راہ کو لیکن خدا سے سچائی کا معاملہ کرو، تب وہ تم سے سچائی کا معاملہ کرے گا، رجوع برحمت ہوگا۔ پھر رزاق سے ڈرنا، رزاق کو دیتے ہوئے ڈرنا، اس سے بڑی بے وقوفی کوئی نہیں"۔

(ایڈیشنل وکالت مال ۔ لندن)

ریاض احمد شہید

سلسلہ کے مشہور شاعر محترم عبد المنان ناہید صاحب راولپنڈی کی یہ نظم حضور ایدہ اللہ کی خصوصی ہدایت اور خواہش پر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع ۹۵ کی اختتامی تقریب میں سنائی گئی۔ (ادارہ)

اے ریاض احمد ! سر راہ شہید عبد اللطیف
تو نے منزل پائی جسم و جاں کی سوغاتوں کے بعد

یہ سعادت زور بازو سے تو مل سکتی نہ تھی
پا لیا تو نے اسے پیہم مناجاتوں کے بعد

وہ سحر جو تیرگی کو لوٹ کر آنے نہ دے
شاید آتی ہے وہ ساری عمر کی راتوں کے بعد

تو حریم حسن میں پل بھر میں جا پہنچا کہاں
کیا حجاب اٹھتے ہیں ایسی ہی ملاقاتوں کے بعد

خوں تو نادانوں نے کر ڈالا مگر سوچا بھی تھا
" خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد "

شاخ گو اک احمدیت کے شجر سے کٹ گئی
کونپلیں پھوٹیں گی اس شاخ بریدہ سے نئی

تیرے خوں کے قطرہ قطرہ کو ملے گی زندگی
خاک سرحد سے اٹھیں گے اب ریاض احمد کئی

دعا

" کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ ایک ملک پر چڑھائی کرنے کے واسطے نکلا ۔ راستہ میں ایک فقیر نے اس کے گھوڑے کے باگ پکڑ لی اور کہا کہ تم آگے مت بڑھو ورنہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کروں گا ۔ بادشاہ حیران ہوا اور اس نے پوچھا کہ تو ایک بے سرو سامان فقیر ہے تو کس طرح میرے ساتھ لڑائی کرے گا ۔ فقیر نے جواب دیا کہ میں صبح کی دعاؤں کے ہتھیار سے تمہارے مقابلہ میں جنگ کروں گا ۔ بادشاہ نے کہا میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 27)

وقفِ نَو

ایک عظیم الشّان تحریک

مکرم ناصر احمد صاحب، مربی سلسلہ احمدیہ، ربوہ

دنیا میں زندہ قومیں قربانیوں کی مثالیں پیش کرتی چلی آئی ہیں۔ آئیے آج میں آپ کے سامنے ایک ایسی قوم پیش کرتا ہوں جس نے قربانی کی وہ مثال پیش کی ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی منشاء کے مطابق ۱۸۸۹ء میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور ۱۹۸۹ء میں جماعت نے اپنی زندگی کی پہلی صدی مکمل کرکے دوسری صدی میں داخل ہونا تھا۔ تو ۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو مسجد فضل لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدیت کی دوسری صدی کے استقبال کے لیے اور اس صدی میں جماعت پر پڑنے والی عظیم ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے وقفِ نو کی بابرکت تحریک کا اعلان کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"اس کی طرف خدا تعالیٰ نے یہ توجہ دلائی کہ میں احباب سے یہ تحریک کروں کہ وہ یہ عہد کریں کہ آئندہ دو سال کے اندر جس کو بھی جو اولاد نصیب ہوگی وہ اسے خدا کے حضور پیش کردے گا۔ اور اگر کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی عہد کریں کہ اگر اس تحریک میں پہلے شامل نہیں ہوسکی تھیں تو اب ہوجائیں۔ لیکن ماں باپ کو مل کر عہد کرنا ہوگا، دونوں کو اکٹھے فیصلہ کرنا چاہیئے تاکہ اس سلسلہ میں پھر یک جہتی پیدا ہو۔ اولاد کی تربیت میں یک رنگی پیدا ہو اور بچپن ہی سے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ایک عظیم مقصد کے لیے ایک عظیم الشّان وقت میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ غلبۂ اسلام کی ایک صدی غلبۂ اسلام کی دوسری صدی سے مل گئی ہے۔ اس سنگم پر تمہاری پیدائش ہوئی ہے اور اس نیت اور دعا کیساتھ ہم نے تجھ کو خدا سے مانگا تھا اور ہم نے یہ دعا کی تھی کہ اے خدا! تو آئندہ نسلوں کی تربیت کے لیے ان کو عظیم الشّان مجاہد بنا۔

اگر اس طرح دعائیں کرتے ہوئے لوگ ان دو سالوں میں اپنے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کو وقف کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ ایک بہت ہی حسین اور بہت ہی پیاری نسل ہماری آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے خدا کی راہ میں قربانی کرنے کے لیے تیار ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ اپریل ۸۷ء)

اسی طرح ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء کو مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ میں حضور نے اس مبارک تحریک کے عرصہ میں مزید دو سال کا اضافہ فرما دیا۔ اور اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ:

"کم سے کم پانچ ہزار بچے اگلی صدی کے واقفینِ نو کے طور پر ہم خدا کے حضور پیش کریں۔"

آفرین ہے جماعت احمدیہ کی قربانی کی رُوح پر جس نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق اس میدان میں بھی اپنا قدم آگے ہی رکھا۔ امامِ وقت نے پانچ ہزار واقفینِ نو کی خواہش کی، جماعت نے دس ہزار سے بھی زائد بچے خدا کے حضور پیش کردیے جو کہ دنیا کے پچپن ممالک کی تقریباً ایک ہزار جماعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

والدین کا اپنا کردار اور قول ایک جیسا ہو

خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ جتنا عظیم اعزاز واقفینِ نو کے والدین نے حاصل کیا ہے، اتنی ہی ذمہ داری اور سنجیدگی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی امانت کی حفاظت کرنی ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس مہمان کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت میں بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ والدین سے اس سلسلہ میں کیا توقع رکھتے ہیں۔ فرمایا:

"تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔" نیز فرمایا:

"خدا کا خوف کرتے ہوئے استغفار کرتے ہوئے اس مضمون کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کریں اور دل نشین کریں اور

اپنے کردار میں اتنی پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں کہ آپ کی یہ پاکیزہ تبدیلی اگلی نسلوں کی اصلاح اور ان کی روحانی ترقی کے لیے کھاد کا کام دے اور بنیادوں کا کام دے جن پر عظیم عمارتیں تعمیر ہوں گی۔ (خطبہ جمعہ ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء)

واقفینِ نَو کی صفات

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات و خطبات کی روشنی میں ایک واقفِ نَو کو کیسا ہونا چاہیئے ؟

ہر واقفِ نو عظیم الشان مجاہد ہو، تربیت یافتہ غلام ہو، متقی اور دعاگو ہو۔ سادگی پسند، منکسر المزاج، قانع، خندہ رو، وفادار، فرمانبردار، امانتدار، دیانتدار، محنت کوش، اولوالعزم، غیرت مند، محنتی، خوش اخلاق، باکردار، غنی، شفیق، حلیم، صادق ہو۔

تمام واقفین نو کے والدین کو یہ اندازہ ساتھ ساتھ ہی کرتے رہنا چاہیئے کہ کیا ان کا بچہ یا بچی اس معیار سے ہٹ تو نہیں رہے جس پر خلیفۂ وقت ایک واقفِ نو کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو فوری طور پر فکر پیدا ہونی چاہیئے اور مثبت عملی اقدامات کرنے چاہئیں کیونکہ ایک وقت آئے گا جب جماعت ان واقفینِ نو سے پوچھے گی کہ وہ وقف میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر تو یہ بچے ابراہیمی سنت پر عمل کرنے والے والدین کی تربیت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مثبت جواب دیتے ہیں تو والدین حقیقی رنگ میں کامیاب ہو گئے، اور سرخرو ہو گئے ورنہ نیتوں کا ثواب تو اللہ دینے ہی والا ہے۔

واقفینِ نَو کے والدین کو چاہیئے کہ وہ :-

- اپنی جماعت کے سیکرٹری وقفِ نو کے ساتھ تعاون فرمائیں۔
- مقررہ نصاب کے مطابق بچے کی تعلیم و تربیت کریں۔
- صبح جلدی جاگیں، نماز تہجد بھی ادا کرنے کی کوشش کریں۔
- نماز پنجوقتہ کی پابندی فرمائیں۔
- روزانہ بچے کے سامنے بلند آواز میں تلاوت قرآن کریم کریں۔
- بچے کے ساتھ ادب سے کلام کریں۔ حتی الوسع مارنے اور جھڑکنے سے گریز کریں۔
- حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعائیہ خط ہر ماہ باقاعدگی سے تحریر فرمائیں اور اگر ہو سکے تو بچے سے بھی چند الفاظ لکھوایا کریں۔
- بچے کو کچھ مال یا اشیاء کا مالک بنائیں اور پھر ان میں سے دوسروں کو دینے کی تلقین کریں۔ اس سے صدقہ و خیرات، رشتہ داروں اور غریبوں کی مدد کرنے کی صفات پیدا ہوں گی۔
- بچے کو اطاعت کی عادت ڈالیں۔ جب کسی بات سے منع کیا جائے تو وہ منع ہو جائے مگر پیار اور نرمی ملحوظ خاطر رکھیں۔
- باہمی تعاون اور وقارِ عمل کی تربیت دیں۔
- بچے کو کہانیوں کے رنگ میں بہادر اور نیک لوگوں کے واقعات سنائیں۔
- بچے کو عادت ڈالیں کہ جب کسی سے ملے تو "السلام علیکم" کہنے میں پہل کرے۔ بچہ بڑوں کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرے جبکہ بچی صرف پیار لے۔
- بچے کو عادت ڈالیں کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرے۔
- اگر بچے کو کوئی چیز دی جائے تو جزاکم اللہ کہے۔
- بچے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو کہے استغفراللہ۔
- بچے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان کے خلفاء کی تصاویر کی پہچان کرائیں۔
- دائیں ہاتھ سے چیز لینے اور دینے کی عادت پختہ کریں۔ نیز یہ کہ دائیں ہاتھ سے کام کرے مگر طہارت اور ناک کی صفائی وغیرہ بائیں ہاتھ سے کرے۔
- بچے کو زیادہ چومنے چاٹنے سے گریز کریں کیونکہ اس سے بہت سی برائیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔
- بچے کے لیے ہمیشہ دعاؤں میں لگے رہیں۔
- بچے کو مسواک کی عادت ڈالیں۔ نیز یہ کہ بچہ ناخن بھی صاف رکھے۔ صفائی کی طرف خصوصی توجہ دیں۔
- بچے کو صاف ستھرا رکھیں، اگر کوئی گندگی لگ جائے تو فوراً صاف کریں۔
- بچے کو ننگا نہ رکھیں۔ موسم کے مطابق کپڑے پہنائیں۔
- بچے کو غذا مقررہ اوقات میں اندازہ کے مطابق دیں۔

دیگر افعال کی ادائیگی میں بھی وقت کی پابندی کا عادی بنائیں۔

- بچے کو ایسے کھلونے دیں جن سے اس کی ذہنی ترقی اور پرورش ہو
- بچے کو اکیلے کھیلنے کی بجائے اپنے سامنے کھیلنے کی عادت ڈالیں

وکالت وقفِ نو کے ساتھ براہ راست بھی رابطہ رکھیں۔

- بچے کی تربیت کی خاطر اپنے اندر پاکیزہ تبدیلی پیدا کریں۔

معمولی توبہ کافی نہیں

جس طرح تمہارے عام جسمانی حوائج کے پورا کرنے کے واسطے ایک مناسب اور کافی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روحانی حوائج کا حال ہے۔ کیا تم ایک قطرہ پانی زبان پر رکھ کر پیاس بجھا سکتے ہو۔ کیا تم ایک ریزہ کھانے کا منہ میں ڈال کر بھوک سے نجات حاصل کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح تمہاری روحانی حالت معمولی سی توبہ یا کبھی کبھی ٹوٹی پھوٹی نماز سے یا روزہ سے سنور نہیں سکتی۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۸۱)

"جماعتِ احمدیہ کی ڈکشنری میں موت کا کوئی لفظ نہیں

جماعت احمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے زندگی اور اس سے بڑھ کر زندگی مقدر کی ہوئی ہے۔ لیکن جس جد و جہد کے ساتھ، جس کوشش کے ساتھ ہمیں زندگی کے نئے مقام عطا ہونے ہیں، نئی منازل ملنی ہیں اس کے لئے سب سے اہم کام آج **تبلیغ** ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک مشفقانہ خط کی تصحیح

گزٹ/النور کی جنوری ۱۹۹۵ کی اشاعت میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا محترم امیر صاحب امریکہ کے نام ایک مشفقانہ خط T-4412 / 2-12-94 محترم امیر صاحب کی بغیر اجازت اور علم کے شائع ہو گیا تھا محترم امیر صاحب کی طرف سے جو معذرت کا خط حضور انور کی خدمت میں گیا تھا اس کے جواب میں حضور انور کا جو ارشاد موصول ہوا ہے اس کے مطابق وہ خط بعد تصحیح حضور کے ارشاد کی تعمیل میں دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

AHMADIYYA MUSLIM FOREIGN MISSIONS OFFICE
INTERNATIONAL HEADQUARTERS RABWAH, PAKISTAN
London Office: 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, U.K. Telephone: 0181 870 6134
Cables: Islamabad London. Telex: 262433 MON REF.G 1292. Fax: 0181 870 1095

Ref. T FAX
10.4.95

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط زیر نمبر NMA/2128/95 19.2.95 خدمت اقدس میں موصول ہوا۔ جس میں آپ نے USA GAZETTE/AL NOOR کے جنوری 95 کے شمارہ میں حضور انور کے ایک خط T-4412 / 2.12.94 کی اشاعت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کی ہدایت کے بغیر یہ خط شائع ہو گیا ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا ہے کہ

"کوئی بات نہیں خط کی اشاعت سے دعا کی تحریک ہی ہوئی ہوگی۔ اللہ مبارک کرے۔ اس سے مجھے CORRECTION کا موقعہ بھی مل گیا ہے کیونکہ لفظ "آپ" ہی تو اس سارے خط کی جان تھا جسے مٹا کر خط میں "اس" کر دیا گیا ہے۔ اب اس کی تصحیح شائع کرا دیں کیونکہ اس لفظ "آپ" کے ذریعہ جس طرح دعا کی تحریک ممکن تھی وہ کسی اور لفظ کے ذریعہ ہو نہیں سکتی تھی"

والسلام خاکسار

عبدالماجد طاہر